

جمال القرآن

مؤلفہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ علیہ

مع

حاشیہ جدیدہ مفیدہ

مولانا محمد یامین رحمہ اللہ علیہ

مکتبہ انبلیشی

شعبہ نشر و اشاعت

مردھری گوالی ہیر پبلشرسٹ (پستوڈ آف ای پاکستان

قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا. (المزمل: ٤)
ارشاد باری تعالیٰ ہے: اے رسول آپ قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر (باتجوید) پڑھا کریں۔

جَمَالُ الْقُرْآنِ

مؤلفہ

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رتبہ الشیخ علیہ

۱۲۸۰ھ - ۱۳۶۲ھ

مع حاشیہ جدیدہ مفیدہ

مولانا محمد یامین صاحب غفرلہ



شعبہ نشر و اشاعت

میرٹھری موٹل، میرٹھری ٹریڈ سنٹر (میرٹھری)

کراچی پاکستان

کتاب کا نام : **جمال اللہ**

مؤلف : حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی **رحمۃ اللہ علیہ**

تعداد صفحات : ۴۸

قیمت برائے قارئین : =/۲۵ روپے

سن اشاعت : ۱۴۲۹ھ / ۲۰۰۸ء

اشاعت جدید : ۱۴۳۲ھ / ۲۰۱۱ء

ناشر : **مکتبۃ البشری**

چوہدری محمد علی چیر بیٹیل ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

Z-3، اوور سیزنگ لوز، گلستان جوہر، کراچی۔ پاکستان

فون نمبر : +92-21-7740738، +92-21-34541739

فیکس نمبر : +92-21-4023113

ویب سائٹ : www.ibnabbasaisha.edu.pk

www.maktaba-tul-bushra.com.pk

ای میل : al-bushra@cyber.net.pk

ملنے کا پتہ : **مکتبۃ البشری**، کراچی۔ پاکستان +92-321-2196170

مکتبۃ الحرمین، اردو بازار، لاہور۔ پاکستان +92-321-4399313

المصباح، ۱۶- اردو بازار، لاہور۔ 7223210، +92-42-7124656

بک لینڈ، سٹی پلازہ کالج روڈ، راولپنڈی۔ +92-51-5773341، 5557926

دار الإخلاص، نزد قصبہ خوانی بازار، پشاور۔ پاکستان +92-91-2567539

مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ۔ +92-91-2567539

اور تمام مشہور کتب خانوں میں دستیاب ہے۔

فہرست کتاب

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	ابتدائیہ	۵
۲	تمہیدیہ	۶
۳	پہلا لعدہ	۷
۴	دوسرا لعدہ	۷
۵	تیسرا لعدہ	۸
۶	چوتھا لعدہ	۸
۷	پانچواں لعدہ	۱۵
۸	چھٹا لعدہ	۲۲
۹	ساتواں لعدہ	۲۳
۱۰	آٹھواں لعدہ	۲۳
۱۱	نواں لعدہ	۲۷
۱۲	دسواں لعدہ	۲۹
۱۳	گیارہواں لعدہ	۳۲
۱۴	بارہواں لعدہ	۳۷
۱۵	تیرہواں لعدہ	۳۷
۱۶	چودھواں لعدہ	۴۱
۱۷	خاتمہ	۴۵

مختصر حالاتِ مصنفِ عالیجہ

نام و نسب و پیدائش: اشرف علی ولد شیخ عبدالحق، ۵/ربیع الاول ۱۲۸۰ھ مطابق ستمبر ۱۸۶۳ء بروز بدھ ولادت باسعادت ہوئی۔

تعلیم و فراغت: ابتدائی فارسی کی تعلیم اور حفظ قرآن میرٹھ میں حاصل کیا۔ پھر تھانہ بھون آکر مولانا فتح محمد صاحب رحمتیہ سے عربی اور فارسی کی متوسط کتابیں پڑھیں۔ نومبر ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء کو دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۳ء میں تمام علوم و فنون کی تکمیل فرما کر آپ کی فراغت ہوئی۔

مشہور اساتذہ کرام: آپ کے اساتذہ میں مولانا منفع علی رحمتیہ، مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمتیہ، شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمتیہ، اور شیخ سید احمد دہلوی رحمتیہ جیسے اساطینِ فضل و کمال شامل ہیں۔

خدا داد صلحیتیں اور عمدہ اوصاف: مجددِ ملت، حکیم الامت، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت حضرت علامہ اشرف علی تھانوی رحمتیہ ہمارے ان اکابر میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم و انعامات سے نوازا۔ آپ بیک وقت فقیہ و محدث بھی تھے، مفسرِ قرآن و مفسر بھی تھے، حکیم و واعظ بھی اور استاذِ مُربی بھی، اصلاحِ ظاہر و باطن کے حوالے سے آپ کی ذاتِ عالیہ اسلامیانِ برصغیر کے لیے ایک نعمتِ عظمیٰ تھی۔ اس کے ساتھ ہی آپ کو کثیر التصانیف ہونے کا شرف بھی حاصل ہے اور لطف یہ کہ آپ کی ہر تصنیف، علم و جواہر کا خزانہ اور لعلِ بیش بہا ہے، جس سے بے شمار لوگوں نے فائدہ اٹھایا اور اٹھاتے رہیں گے۔ آپ کے اوصاف و کمالات کو اگر ایک جماعت پر تقسیم کر دیا جائے تو سب مالا مال ہو جائیں اور ان شاء اللہ آپ کا علمی و روحانی فیض تا قیامِ قیامت جاری ساری رہے گا۔

وفات و تدفین: آخر عمر میں کئی ماہ علیل رہ کر ۱۶/رجب المرجب ۱۳۶۲ھ/ ۲۰/جولائی ۱۹۴۳ء کی شب آپ رحلت فرما گئے۔ اور تھانہ بھون میں آپ ہی کے وقف کردہ زمین ”قبرستانِ عشقِ بازاں“ میں آپ کی تدفین ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ.

ابتدائیہ

بعد الحمد والصلوة یہ چند اوراق ہیں ضروریات تجوید میں مسلمی بہ ”جمال القرآن“ اور اس کے مضامین کو ملقب بہ ”لمعات“ کیا جائے گا۔ محبتی مکرمی مولوی حکیم محمد یوسف صاحب، مہتمم مدرسہ قدوسیہ گنگوہ کی فرمائش پر کتب معتبرہ سے، خصوصاً رسالہ ”ہدیۃ الوحید“ مؤلفہ قاری مولوی عبدالوحید صاحب مدرس اول درجہ قرأت مدرسہ عالیہ دیوبند سے اخذ کر کے بہت آسان عبارت میں جس کو مبتدی بھی سمجھ لیں، لکھا گیا ہے، اور کہیں کہیں قرأت کے دوسرے رسالوں سے بھی کچھ لیا گیا ہے، وہاں ان رسالوں کا نام لکھ دیا ہے، اور کہیں اپنی یادداشت سے کچھ لکھا ہے، وہاں کوئی نشان بنانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، بس جہاں کسی کتاب کا نام نہ ہو وہ یا تو ”ہدیۃ الوحید“ کا مضمون ہے اگر اس میں موجود ہو، ورنہ احقر کا مضمون ہے۔

و بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ وَهُوَ خَیْرٌ عَوْنٌ وَخَیْرٌ رَّفِیْقٌ.

مشورہ مفید: اول اس رسالہ کو خوب سمجھا کر پڑھائیں اور ہر شے کی تعریف اور مخارج و صفات وغیرہ خوب یاد کرادیں، اس کے بعد رسالہ تجوید القرآن نظم حفظ کرادیا جائے اور اگر فرصت کم ہو تو رسالہ حق القرآن یاد کرادیا جائے۔ فقط

کتبہ

اشرف علی تھانوی ادہبی حنفی چشتی عفی عنہ

تمہید

بعد الحمد والصلوة عرض ہے کہ اگرچہ رسالہ جمال القرآن اس سے پیشتر مطبع بلالی ساڈھورہ و مطبع احمدی لکھنؤ و مطبع انتظامی کانپور وغیرہ میں طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے، مگر بوجہ عدم تکمیل بعض مضامین و عدم اہتمام تصحیح اس کے لیے حواشی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ احقر نے اس کے مضامین کی توضیح و تکمیل اور اغلاط کی تصحیح کے لیے حواشی لکھے تھے، لیکن چونکہ عموماً حواشی کی طرف التفات کم ہوتا ہے اور اس صورت میں معتد بہ نفع کی توقع بہت کم تھی، اس لیے حسب ایماہ و ارشاد حضرت مؤلف علامہ مدنیو ضمیمہ اس نا اہل نے ان حواشی میں سے جو مضامین نہایت ضروری ادا کے متعلق تھے، ان کو رسالہ کا جزو بنا دیا اور جو مضامین بطور دلائل و توضیح کے تھے ان کو حواشی میں رکھ کر حضرت موصوف کی خدمت میں ملاحظہ کے لیے پیش کر دیا۔ حضرت مدوح نے تصدیق و تحسین فرما کر طبع و اشاعت کی اجازت عطا فرمادی اور تکمیل مضامین کی مناسبت سے اب اس رسالہ کا لقب ”جمال القرآن مکمل“ تجویز فرما دیا۔ اگر قارئین باقتضائے بشریت کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اس نا اہل کی کم فہمی پر محمول فرما کر متنبہ فرمادیں، بعد تحقیق اس سے رجوع کر کے ان شاء اللہ تعالیٰ اصلاح کردی جائے گی، اور اگر کسی کو اصل عبارت (جو کہ تغیر و تبدل و اضافہ سے پہلے تھی) دیکھنے کی ضرورت ہو تو وہ مطالع مذکور کے مطبوعہ میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ والسلام

ہر کہ خواند دعا طبع دارم
زاں کہ من بندہ گنہ گارم

کتبہ

احقر محمد یامین عفی عنہ

پہلا المعہ تجوید کی تعریف

تجوید کہتے ہیں ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنا اور اس کی صفات کو ادا کرنا، اور اس علم کی حقیقت اسی قدر ہے، اور مخرج و صفات آگے آئیں گے چوتھے اور پانچویں المعہ میں۔

دوسرا المعہ تجوید کی ضرورت

تجوید کے خلاف قرآن پڑھنا یا غلط پڑھنا یا بے قاعدہ پڑھنا لحن کہلاتا ہے۔ اور یہ دو قسم پر ہے: ایک یہ کہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دیا، جیسے: **الْحَمْدُ** کی جگہ **الْهَمْدُ** پڑھ دیا، **ث** کی جگہ **س** پڑھ دیا، یا **ح** کی جگہ **ه** پڑھ دی، یا **ذ** کی جگہ **ز** پڑھ دی، یا **ص** کی جگہ **س** پڑھ دی، یا **ع** کی جگہ **ء** پڑھ دیا، ایسی غلطیوں میں اچھے خاصے لکھے پڑھے لوگ بھی مبتلا ہیں، یا کسی حرف کو بڑھا دیا، جیسے: **الْحَمْدُ لِلَّهِ** میں **د** کے پیش کو اور **ه** کے زیر کو اس طرح کھینچ کر پڑھا **الْحَمْدُ لِلَّهِ**، یا کسی حرف کو گھٹا دیا، جیسے: **لَمْ يُؤَلِّدْ** میں **و** کو ظاہر نہ کیا، اس طرح پڑھا **لَمْ يُلْدْ**، یا **زیر**، **زیر**، **پیش**، **جزم** میں ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ دیا، جیسے: **إِيَّاكَ** کے **ك** کا زیر پڑھ دیا، یا **إِهْدِنَا** میں **ه** سے پہلے اس طرح **زیر** پڑھ دیا **إِهْدِنَا**، یا **أَنْعَمْتَ** کی **م** پر اس طرح حرکت پڑھ دی **أَنْعَمْتَ**، یا اور اسی طرح سے کچھ پڑھ دیا۔ ان غلطیوں کو **”لحن جلی“** کہتے ہیں اور یہ حرام ہے۔ (حقیقۃ التجوید) اور بعض جگہ اس سے معنی بگڑ کر نماز بھی جاتی رہتی ہے۔ اور دوسری قسم یہ کہ ایسی غلطی تو نہیں کی، لیکن حرفوں کے حسین ہونے کے جو قاعدے مقرر ہیں ان کے خلاف پڑھا، جیسے **ر** پر جب **زیر** یا **پیش** ہوتا ہے تو اس کو **پُر** یعنی **مُنہ** بھر کر پڑھا جاتا ہے، جیسے: **الْصِّرَاطِ** کی **ر**، جیسا آٹھویں المعہ میں آئے گا، مگر اس کو **باریک** پڑھ دیا، اس کو **”لحن خفی“** کہتے ہیں۔ یہ غلطی پہلی غلطی سے ہلکی ہے یعنی کمزور ہے۔ (حقیقۃ التجوید) لیکن پچنا اس سے بھی ضروری ہے۔

تیسرا المعہ آداب تلاوت

قرآن شریف شروع کرنے سے پہلے ”اعوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ“ پڑھنا ضروری ہے اور ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ“ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر سورت سے شروع کرے تو بِسْمِ اللّٰهِ ضروری ہے، اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے کوئی سورت بیچ میں شروع ہوگئی تب بھی بِسْمِ اللّٰهِ ضروری ہے، مگر اس دوسری صورت میں سورۃ براءۃ کے شروع میں نہ پڑھے، اور بعضے عالموں نے کہا ہے کہ پہلی صورت میں بھی سورۃ براءۃ پر بِسْمِ اللّٰهِ نہ پڑھے اور اگر کسی سورت کے بیچ میں سے پڑھنا شروع کیا تو بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ لینا بہتر ہے ضروری نہیں، لیکن اَعُوذُ بِاللّٰهِ اس حالت میں بھی ضروری ہے۔

چوتھا المعہ مخارج حروف

جن موقعوں سے حروف ادا ہوتے ہیں انکو ”مخارج“ کہتے ہیں اور یہ مخارج سترہ ہیں۔
مخرج ا: جوفِ دہن یعنی منہ کے اندر کا خلا، اس سے یہ حروف نکلتے ہیں: و جب کہ ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف پر پیش ہو، جیسے: الْمَغْضُوبِ . ی جب کہ ساکن ہو اور اس سے پہلے زبر ہو، جیسے: نَسْتَعِينُ . ا جب کہ ساکن بے جھٹکے ہو اور اس سے پہلے زبر ہو، جیسے: صِرَاطِ . اور ساکن بے جھٹکے اس لیے کہا کہ زبر، زیر، پیش والا اور اسی طرح

۱۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اَعُوذُ بِاللّٰهِ پڑھنا مستحب ہے، کَمَا فِي بَعْضِ شُرُوحِ الشَّاطِبِيَّةِ. (زينت الفرقان)
 ۲۔ چنانچہ ”کتاب النثر“ میں ہے: لَاخِلَافَ فِي حَذْفِ الْبِسْمَلَةِ بَيْنَ الْأَنْفَالِ وَبَرَاءَةِ عَنْ كُلِّ مَنْ بَسَمَلَ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ وَكَذَلِكَ فِي الْإِبْتِدَاءِ بِبَرَاءَةِ عَلَى الصَّحِيحِ عِنْدَ أَهْلِ الْأَذَاءِ. (ابن ضياء) ۳۔ جَمْعُ حَرْفٍ وَيُرِيدُ حَرْفَ الْهَجَاءِ لِأَحْرُوفِ الْمَعْنَى، وَهُوَ: صَوْتٌ مُّعْتَمَدٌ عَلَى مَقْطَعٍ مُحَقَّقٍ أَوْ مُقَدَّرٍ وَيَخْتَصُّ بِالْإِنْسَانِ وَضَعًا كَمَا فِي شَرْحِ الْجَزْرِيَّةِ. (زينت الفرقان)

ساکن جھٹکے والا ہمزہ ہوتا ہے، اگرچہ عام لوگ اس کو بھی الف کہتے ہیں، جیسے: **الْحَمْدُ** کے شروع میں جو الف ہے یا **بَأْسٌ** کے بیچ میں جو الف ہے، یہ واقع میں ہمزہ ہے، اور اس تمام کتاب میں ایسے دونوں اَلْفُوں کو ہمزہ ہی کہا جائیگا، یاد رکھنا۔ اور جس الف اور جس واؤ اور جس یاء کا ابھی اوپر ذکر ہوا ہے ان کو **”حروف مدہ“** اور **”حروف ہوائیہ“** بھی کہتے ہیں۔ پہلا نام اس لیے ہے کہ ان پر کبھی مد بھی ہوتا ہے۔ گیارہویں لمعہ کے بیان میں اسکا پورا حال معلوم ہوگا، اور دوسرا نام اس لیے ہے کہ یہ حروف ہوا پر تمام ہوتے ہیں۔ اور جس واؤ ساکن سے پہلے زبر ہو اس کو **”واؤ لین“** کہتے ہیں، جیسے: **مِنْ خَوْفٍ** اور جس یاء ساکن سے پہلے زبر ہو اس کو **”یاء لین“** کہتے ہیں، جیسے: **وَالصَّيْفِ**۔ پس واؤ لین اور واؤ متحرک کا مخرج آگے سولہویں مخرج کے بیان میں آئے گا اور یاء متحرک کا مخرج آگے ساتویں مخرج کے بیان میں آئے گا۔

مخرج ۲: اقصیٰ حلق یعنی حلق کا پچھلا حصہ سینہ کی طرف والا، اس سے یہ حروف نکلتے ہیں: **ء** اور **ه**۔
مخرج ۳: وسط حلق یعنی حلق کا درمیان والا حصہ، اس سے یہ حروف نکلتے ہیں: **ع** اور **ح** (بے نقطہ والے)۔

مخرج ۴: ادنیٰ حلق یعنی حلق کا وہ حصہ جو منہ کی طرف والا ہے، اس سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں: **غ** اور **خ** (نقطہ والے)، اور ان چھ حرفوں کو **”حروفِ حلقی“** کہتے ہیں۔

مخرج ۵: لہات یعنی کوٹے کے متصل زبان کی جڑ جب کہ اوپر کے تالو سے ٹکڑ کھائے، اس سے **ق** ادا ہوتا ہے۔

۱۔ متقدمین کی اصطلاح میں ہمزہ کو الف بھی کہتے ہیں، کما فی ”فتح الباری“۔ لہذا ہمزہ کو الف کہنا غلط نہیں، گو متاخرین کی اصطلاح کے خلاف ہے۔ ۲۔ ہوا سے، ہونٹوں سے حلق تک کا خلا و جوف مراد ہے۔ (زینت الفرقان) ۳۔ بفتح اللام وہاں ہوز و آخر نو قانی، گوشت پارہ کہ شبیہ بزبان باشد و اور ادانتہائے کام آویختہ است کما فی ”حاشیة مُنتخبِ النَّفَّائِس“۔

مخرج ۶: "ق" کے مخرج کے متصل ہی منہ کی جانب ذرا نیچے ہٹ کر، اس سے **"ک"** ادا ہوتا ہے اور ان دونوں حرفوں کو **"لباتیہ"** کہتے ہیں۔

مخرج ۷: وسط زبان اور اس کے مقابل اوپر کا تالو ہے، اور اس سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں: **ج، ش، ی** جب کہ مدہ نہ ہو یعنی یائے متحرک اور یائے لین۔ اور مدہ اور لین کے معنی مخرج (۱) کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں، ان کو **"حروف شجریہ"** کہتے ہیں۔

فائدہ: آگے جو مخارج آتے ہیں ان میں بعضے دانتوں کے نام عربی میں آئیں گے، اس واسطے پہلے اُنکے معنی بتلا دیتا ہوں، انکو خوب یاد کر لیں تاکہ آگے سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ جاننا چاہیے کہ نبتیس میں سے سامنے کے چار دانتوں کو **"ثنایا"** کہتے ہیں، دو اوپر والوں کو **"ثنایا علیا"** اور دو نیچے والوں کو **"ثنایا سفلی"** اور ان ثنایا کے پہلو میں چار دانت جو ان سے ملے ہوئے ہیں، ان کو **"رباعیات"** اور **"قواطع"** بھی کہتے ہیں، پھر ان رباعیات سے ملے ہوئے چار دانت نوک دار ہیں، ان کو **"انیاب"** اور **"کواسر"** کہتے ہیں، پھر ان انیاب کے پاس چار دانت ہوتے ہیں، ان کو **"ضواحک"** کہتے ہیں، پھر ان ضواحک کے پہلو میں بارہ دانت اور ہیں، یعنی تین اوپر داہنی طرف اور تین اوپر بائیں طرف اور تین نیچے داہنی طرف اور تین نیچے بائیں طرف، ان کو **"طواحن"** کہتے ہیں، پھر ان طواحن کے بغل میں بالکل اخیر میں ہر جانب ایک ایک دانت اور ہوتا ہے، جن کو **"نواجذ"** کہتے ہیں، ان سب ضواحک، طواحن اور نواجذ کو **"أضراس"** کہتے ہیں جن کو اردو میں **"ڈاڑھ"** کہتے ہیں۔ یاد کی آسانی کے لیے کسی نے ان سب ناموں کو نظم کر دیا ہے، وہ نظم یہ ہے:

ان کا مجموعہ "جیش" ہے۔ (زینت الفرقان) **۱** لِحُرُوجِهَا مِنْ شَجَرِ الْقَمِ بِسُكُونِ الْجِيمِ وَهُوَ مُنْفَتِحٌ مَابَيْنَ اللَّحْيَيْنِ. (حقیقۃ التحدید) **۲** یعنی اوپر کی جانب ایک دانت داہنی جانب اور دوسرا بائیں جانب ہے، اسی طرح نیچے کے جانب دو دانت ہیں۔ (زینت الفرقان) **۳** انیاب و ضواحک میں بھی وہی تفصیل ہے جو حاشیہ نمبر ۳ میں گزری ہے۔ **۴** پس کل نواجذ چار ہوئے۔ (زینت الفرقان)

ہے تعداد دانتوں کی کُل تیس اور دو ثنایا ہیں چار اور رباعی ہیں دو دو
 ہیں انیاب چار اور باقی رہے بیس کہ کہتے ہیں قرءاء اضراس انہیں کو
 ضواحک ہیں چار اور طواحن ہیں بارہ نواجد بھی ہیں ان کے بازو میں دو دو

مخرج ۸: ض کا ہے، اور وہ حافہ لسان یعنی زبان کی کروٹ، داہنی یا بائیں سے نکلتا ہے، جب کہ اضراس علیا یعنی اوپر کی ڈاڑھ کی جڑ سے لگا دیں، اور بائیں طرف سے آسان ہے اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے، مگر بہت مشکل ہے۔ اس حرف کو **”حافیہ“** کہتے ہیں۔ اس حرف میں اکثر لوگ بہت غلطی کرتے ہیں، اس لیے کسی مَشَق قاری سے اس کی مشق کرنا ضروری ہے۔ اس حرف کو **د** پُر یا باریک یا **د** کے مشابہ جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں کے پڑھنے کی عادت ہے، ایسا ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے، یہ بالکل غلط ہے۔ اسی طرح خالی **ظ** پڑھنا بھی غلط ہے۔ البتہ اگر **ض** کو اُس کے صحیح مخرج سے صحیح طور پر نرمی کے ساتھ آواز کو جاری رکھ کر اور تمام صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اسکی آواز سننے میں **ظ** کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے، **د** کے مشابہ بالکل نہیں ہوتی، علم تجوید و قرأت کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے۔^۱

^۱ علم تجوید و قرأت کی کتابوں میں تشریح مذکور ہے کہ ظاء معجمہ کی طرح ضاد معجمہ حروف رخوہ میں سے ہے، جن کے ادا کرنے میں آواز کا سلسلہ بند نہیں ہوتا بلکہ آواز برابر جاری رہتی ہے، اور دال مہملہ حروف شدیدہ میں داخل ہے، جن کے ادا کرنے میں آواز بند ہو جاتی ہے۔ پس اگر ضاد کو دال یا مشابہ دال پڑھا جائیگا تو ضاد رخوہ نہ رہیگا بلکہ دال کی طرح شدیدہ ہو کر آواز کا سلسلہ بند جائیگا، حالانکہ یہ سراسر غلط ہے، کیونکہ ضاد شدیدہ ہرگز نہیں بلکہ ظاء کی طرح رخوہ ہے۔ پس جس طرح کہ ظاء کے ادا کرنے میں آواز کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے اسی طرح ضاد کے ادا کرنے میں بھی آواز برابر جاری رہنا چاہیے، نیز صفت رخوت کے علاوہ ضاد معجمہ دیگر صفات میں ظاء کے ساتھ شریک ہے، صرف ایک صفت استطالت میں ظاء سے ممتاز ہے۔ اگر ضاد میں استطالت نہ ہوتی تو ضاد اور ظاء میں کوئی فرق نہ ہوتا، اور دال سے تمام صفات میں ممتاز ہے۔ بجز ایک صفت جہر کے۔ پس عقلاً یہ بات ظاہر ہے کہ جن دو حرفوں میں وجوہ اشتراک زیادہ ہوں وہ متشابه فی الصوت ہوں گے یا جن میں وجوہ امتیاز زیادہ ہوں وہ باہم متشابه ہوں گے، اور نقلاً یہ کہ =

مخرج ۹: ل کا ہے، کہ زبان کا کنارہ مع کچھ حصہ حافہ جب ثنایا اور رباعی اور انیاب اور ضاحک کے مسوڑھوں سے کسی قدر مائل تالو کی طرف ہو کر ٹکڑ کھائے، خواہ دائیہ طرف سے یا بائیں طرف سے، دائیہ طرف سے آسان ہے اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے۔

مخرج ۱۰: ن کا ہے، اور وہ بھی زبان کا کنارہ ہے، مگر **ل** کے مخرج سے کم ہو کر، یعنی ضاحک کو اس میں دخل نہیں۔

مخرج ۱۱: ر کا ہے، اور وہ **ن** کے مخرج کے قریب ہے، مگر اس میں پشتِ زبان کو بھی دخل ہے۔ ان تینوں حروف کو یعنی **ل**، **ن** اور **ر** کو ”طرفیہ“ اور ”ذقیہ“ بھی کہتے ہیں۔

مخرج ۱۲: ط، **د** اور **ت** کا ہے، یعنی یہ زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ۔ ان تینوں حروف کو ”طعیہ“ بھی کہتے ہیں۔

مخرج ۱۳: ظ، **ذ** اور **ث** کا ہے، اور وہ زبان کی نوک اور ثنایا علیا کا سرا ہے۔ ان تینوں حروف کو ”ثویہ“ بھی کہتے ہیں۔

= تجوید و قرأت و فقہ و تفسیر وغیرہ کی اکثر معتبر کتابوں سے ضاد کا مشابہ ظاء ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس جگہ سب روایات کو نقل کرنے سے خوفِ تطویل مانع ہے۔ اور جو لوگ ضاد کو **دال** یا **مشابہ دال** پڑھتے ہیں اُنکے پاس کسی معتبر کتاب کی ایک روایت بھی ایسی نہیں معلوم ہوتی جس سے صراحتاً یا کنایۃً ثابت ہو سکے کہ حرفِ ضاد کا تلفظ **میم** **دال** یا اس کے مشابہ ہے اور باقی جو لچر دلیلیں بیان کیا کرتے ہیں، مثلاً کسی بڑے عالم کا پڑھنا یا فقہاء کا ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے سے منع کرنا یا عمومِ بلوئی اور اسی طرح کے دوسرے تمام شبہات کا جواب مع دلائل اثباتِ تشابہ بین الضاد والظاء رسالہ ”الاقتصاد فی الضاد“ مصنفہ مولانا حکیم رحیم اللہ صاحب بجنوری سلمہ، تلیڈر رشید حضرت مولانا محمد قاسم صاحب روضہ فیہ میں مفصل مذکور ہے، جس کو مطلوب ہوا اس میں دیکھ لے، یہاں پر اس کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ (محمد امین)

۱۔ لِحُرُوجِهَا مِنْ ذَلْقِ اللِّسَانِ (بفتحتین طرفِ زبان - أي طرفه. حقيقة التجوید)

۲۔ لِحُرُوجِهَا مِنْ نَطْعِ الغَارِ مِنَ الحَنْكِ الأَعْلَى أَيْ سَقْفِهِ. (حقیقۃ التجوید و درۃ الفرید)

۳۔ بِالکسْرِ وَفَتْحِ ثَانِي وَوَاوٍ مَسكُورَةٍ وَيَاءٍ مَشْدُودَةٍ مَفْتُوحَةٍ۔ (زینت الفرقان)

مخرج ۱۴: ص، ز اور س کا ہے۔ یہ زبان کا سرا اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع کچھ اتصال ثنایا علیا کے ہے۔ ان کو ”حروف صغیر“ کہتے ہیں۔

مخرج ۱۵: ف کا ہے، اور یہ نیچے کے ہونٹ کا شکم اور ثنایا علیا کا کنارہ ہے۔

مخرج ۱۶: دونوں ہونٹ ہیں اور ان سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں: ب، م اور و جب کہ مدہ نہ ہوں، یعنی واؤ متحرک اور واؤ لین۔ اور مدہ اور لین کے معنی مخرج (۱) کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں۔ مگر ان تینوں میں اتنا فرق ہے کہ ب ہونٹوں کی تری سے نکلتی ہے، اس لیے اس کو ”بحری“ کہتے ہیں اور م ہونٹوں کی خشکی سے نکلتی ہے، اس لیے اس کو ”بری“ کہتے ہیں اور و دونوں ہونٹوں کے ناتمام ملنے سے نکلتا ہے۔ ف کو اور ان تینوں حروف کو ”شفوئیہ“ کہتے ہیں۔

مخرج ۱۷: خیشوم یعنی ناک کا بانسہ ہے، اس سے غنّہ نکلتا ہے، غنّہ کا بیان آگے لمعہ (۹)، لمعہ (۱۰) میں ن اور م کے قاعدوں میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

اور جاننا چاہیے کہ ہر حرف کے مخرج معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُس حرف کو ساکن کر کے اُس سے پہلے ہمزہ متحرک لے آئے، جس جگہ آواز ختم ہو وہی اُس کا مخرج ہے۔

۱۔ صغیر مرغ یعنی چڑیا کی آواز کو کہتے ہیں، چونکہ ان حروف کی آواز مشابہ اس آواز کے ہوتی ہے، اس لیے ان کو حروف صغیر کہتے ہیں، کمافی نوادر الوصول۔ (زینت الفرقان)

۲۔ بفتحتین و کسر سوم و یاء مشدودہ مفتوحہ، و قال فی الصّراح: والحروف الشّفھیة: الباء والفاء والمیم، ولانقل شّفویة، و فی الرّضی شرح الشافیہ: شّفویة أو شّفھیة، و ذکر فی القاموس الشّفھیة فقط، وهو الصّحیح عندي؛ فان لام الشّفّة هاء كما فی الصّراح والقاموس۔ (زینت الفرقان)

۳۔ اس میں یہ شرط ہے کہ یہ حرف صحیح طور سے ادا کیا جائے سو اس طریق سے مخرج معلوم ہوگا، کما فی شرح الجزریة۔ (زینت الفرقان)

پانچواں لمعہ صفات حروف

جن کیفیتوں سے حروف ادا ہوتے ہیں اُن کیفیتوں کو ”صفات“ کہتے ہیں اور وہ دو طرح کی ہیں: ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حرف ہی نہ رہے، ایسی صفت کو ”ذاتیہ“ اور ”لازمہ“ اور ”میزہ“ اور ”مقومہ“ کہتے ہیں۔ اور ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو حرف تو وہی رہے مگر اس کا حسن و زینت نہ رہے، ایسی صفت کو ”محسنہ، مزینہ، محلیہ، عارضیہ“ کہتے ہیں۔ پہلی قسم کی صفات سترہ ہیں:

(۱) **ہمسم**: (نرم اور ہلکی آواز) جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو ”مہموسہ“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ اُن حرفوں کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس جاری رہ سکے اور آواز میں ایک قسم کی پستی ہو، اور ایسے حروف دس ہیں، جن کا مجموعہ یہ ہے: فَحَثَّهٗ شَخْصٌ سَكَّتْ۔

(۲) **جہر**: (زور سے کہنا) جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو ”مجبورہ“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس کا جاری رہنا بند ہو جائے اور آواز میں ایک قسم کی بلندی ہو، اور مہوسہ کے سوا باقی سب حروف مجبورہ ہیں۔ جہر و همس دونوں صفتیں ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

(۳) **شدت**: (سخت ہونا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے اُن کو ”شدیدہ“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حرفوں کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ^۱ یعنی وہ صفت لازمہ جو مشتبه الصوت یا متحدہ فی المخرج حرفوں میں امتیاز دینے والی ہو اور جن صفات لازمہ سے امتیاز نہ ہو ان کو صفت لازمہ غیر میزہ کہتے ہیں۔ (ابن ضیاء) ^۲ وَجْهَ التَّسْمِيَةِ بِهِ أَنَّ هَذِهِ الصِّفَاتِ فِي الْحُرُوفِ تَكُونُ لِخُصُوصِ الْمَحَلِّ دُونَ مَحَلِّ الْاٰخَرِ۔ ^۳ بِالْفَتْحِ نَزْمُ كَرْدَنِ آواز و آواز نرم۔ (زینت الفرقان) ^۴ ترجمہ اش این است: پس ترغیب داد او را شخصیکہ ساکت شد۔

ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز بند ہو جائے اور آواز میں ایک قسم کی سختی ہو، اور ایسے حرف آٹھ ہیں، جن کا مجموعہ یہ ہے: **أَجْدَكَ قَطَّبْتُ**۔

(۴) **رَخْوَتٌ**: (نرم ہونا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو **”رَخْوَةٌ“** کہتے

ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز جاری رہے اور آواز میں ایک قسم کی نرمی ہو۔ شدیدہ اور متوسطہ کے سوا باقی سب حروف رخوہ ہیں اور متوسطہ کا بیان ابھی آتا ہے۔ ہمس اور جہر کی طرح شدت اور رخوت بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں، اور ان دونوں صفتوں کے درمیان ایک صفت اور ہے۔

تَوَسُّطٌ: (درمیان میں ہونا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو **”متوسطہ“** اور

”بِیْنِيَّةٌ“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ آواز اس میں نہ تو پوری طرح بند ہو اور نہ پوری جاری ہو۔ (حقیقۃ التجوید) ایسے حرف پانچ ہیں، جن کا مجموعہ یہ ہے: **لِنْ عُمُرٍ**۔ اور اس توسط کو الگ صفت نہیں گنا جاتا، کیونکہ اس میں کچھ شدت کچھ رخوت ہے، پس یہ ان دونوں سے الگ نہ ہوئی۔ اس مقام پر ایک شبہ ہے، وہ یہ کہ حرف تاء اور کاف کو مہوسہ میں سے بھی شمار کیا ہے، حالانکہ ان میں آواز بند ہو جاتی ہے اور اسی واسطے ان کو شدیدہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حرف میں ہمس ضعیف ہے اور شدت قوی ہے، سو شدت کے قوی ہونے سے تو آواز بند ہو جاتی ہے لیکن کسی قدر ہمس ہونے سے بعد بند ہونے کے کچھ تھوڑا سا سانس بھی

۱۔ ترجمہ اش این است: می یام ترا کہ ترش روئی کردی۔ ۲۔ من ضرب (زینت الفرقان)

۳۔ بالکسر است شدن کمائی ص ۱۲۔ (زینت الفرقان) ۴۔ سَهْلَةٌ مُسْتَرْسَلَةٌ کَمَا فِي ص ۱۲۔ (زینت الفرقان)

۵۔ ترجمہ اش این است: نرم شواے عمر ۶۔ فِي جُهْدِ الْمَقِيلِ: وَأَمَّا الشَّدِيدُ الْمَهْمُوسُ حُرْفَانِ: الْكَافُ وَالنَّاءُ فَيَشُدُّ صَوْتَهُمَا بِالْكَلْبِيَّةِ بَلْ نَفْسَهَا أَيْضًا؛ لِأَنَّ حَقِيقَةَ الصَّوْتِ هِيَ النَّفْسُ ثُمَّ يَنْفَتِحُ مَخْرَجُهُمَا وَيَجْرِي فِيهِمَا نَفْسٌ كَثِيرٌ مَعَ صَوْتٍ ضَعِيفٍ لِيَحْصَلَ الْمَهْمُسُ، وَفِيهِ الشَّدَّةُ فِي آنِ وَالْمَهْمُسُ فِي زَمَانٍ آخَرَ، وَزَادَ فِي حَقِيقَةِ التَّجْوِيدِ: فَالْمَهْمُسُ فِي زَمَانٍ نَعْدَ آنِ آهٍ وَفِيهِمَا، وَهَذَا بَابٌ يَنْحَرُّ فِيهِ الْأَلْبَابُ.

جاری ہوتا ہے، مگر اس سانس کے جاری ہونے میں یہ احتیاط رکھنی چاہیے کہ آواز جاری نہ ہو، کیونکہ اگر آواز جاری کی جائے گی تو کاف و تاء شدیدہ نہ رہیں گے، بلکہ رخوہ ہو جائیں گے، اور دوسرے اس میں ہاء کی آواز پیدا ہو کر غلط ہو جائے گا۔

(۵) **استعلاء**: (بلند ہونا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو ”مستعلیہ“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت ہمیشہ جڑ زبان کی اوپر کے تالو کی طرف اٹھ جاتی ہے، جس کی وجہ سے یہ حروف موٹے ہو جاتے ہیں اور ایسے حروف سات ہیں، جن کا مجموعہ یہ ہے: **حُصَّ ضُعْطُ قِظٌ**۔

(۶) **استفقال**: (نیچے رہنا) جن حروف میں یہ صفات پائی جائیں ان کو ”مستقلہ“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف نہیں اٹھتی، جس کی وجہ سے یہ حروف باریک رہتے ہیں۔ مستعلیہ کے سوا باقی سب حروف مستقلہ ہیں، اور یہ دونوں صفتیں استعلاء اور استفقال بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

۱۔ بعض لوگ کاف و تاء میں سانس کے جاری کرنے میں اس قدر مبالغہ و غلو کرتے ہیں کہ صفت شدت زائل ہو کر ”ہائے ہوز“ کی آواز پیدا ہو جاتی ہے اور کاف و تاء مخلوط بالہاء ہو جاتے ہیں۔ **أَبْتَرُ كُو أَبْتَهْرُ** اور **تَقَلْتُ كُو تَقُلْتُهُ** اور **كَمَانَا كُو كَمَانَا** اور **ذِكْرُكَ كُو ذِكْهُرُ كَهْمُهُ** پڑھتے ہیں اور یہ سراسر غلط اور بے اصل اور تمام کتب تجوید و قرأت اور اداء محققین قراء کے خلاف ہے، بلکہ ”کتاب النشر“ علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ اور ”المنح الفکریہ“ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور ”تحفہ نذریہ“ قاری عبدالرحمن پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی تردید و تعلیظ ثابت ہوتی ہے، چنانچہ اس کی مفصل تحقیق مع جواب شبہات و توجیہ و مطلب عبارات ”جهد المقل رسالہ ضیاء الشمس فی اداء الهمس“ مؤلفہ احقر میں مع تصدیق مولانا تھانوی مدنی و دیگر اساتذہ رحمۃ اللہ علیہم مذکور ہے۔ فانظر فیہا ان شئت۔ (محمد یامین)

۲۔ **بالتحک** کردن کمائی م۔ فہو مصدر بمعنی اسم مفعول۔ (زینت الفرقان)

۳۔ **نقیض اغتلاء** کما فی تاج المصاדר و اغتلاء: بلند شدن و جاء متعدياً ايضاً کما فی الصراح و فی شرح الجزریۃ: الانخفاض۔ (زینت الفرقان)

(۷) **اطباق**: (ملنا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو ”مطبقة“ کہتے

ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے ملصق ہو جاتا ہے، یعنی لپٹ جاتا ہے اور ایسے حروف چار ہیں: ص، ض، ط، ظ۔

(۸) **انفتاح**: (کھلنا) جن حروف میں یہ صفت ہو ان کو ”منفتح“ کہتے ہیں۔

مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے جدا رہتا ہے، خواہ زبان کی جڑ تالو سے لگ جائے، جیسے قاف میں لگ جاتی ہے، خواہ نہ لگے (جہد المقل مع الشرح) اور مطبقہ کے سوا سب حروف منفتحہ ہیں۔ اور یہ دونوں صفتیں اطباق و انفتاح بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

(۹) **اذلاق**: (پھسلنا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو ”مذلقہ“ کہتے ہیں۔

مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ یہ حروف زبان اور ہونٹ کے کنارہ سے بہت سہولت کے ساتھ جلدی سے ادا ہوتے ہیں اور ایسے حروف چھ ہیں، جن کا مجموعہ یہ ہے: فَرَمِنْ لِبِّ۔ یعنی ان میں جو حروف شفویہ ہیں وہ ہونٹ کے کنارے سے ادا ہوتے ہیں۔ شفویہ کا مطلب مخرج (۱۶) میں گزرا ہے، اور جو شفویہ نہیں وہ زبان کے کنارے سے ادا ہوتے ہیں۔ (درۃ الفرید للشیخ الدہلوی رَحْمَتُہُ)

(۱۰) **اصمات**: (خاموش کرنا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو ”مصماتہ“

۱۔ بکسبَاء وفتح آل کما فی نوادر الوُصول و ذکر فی الصّراح الثانی فقط۔ و ملصق بفتح صاد و بکسر آل لازم و متعدی آمدہ کما فی اللّغة۔ (زینت الفرقان) ۲۔ و الذّلقُ فی اللّغة: الطّرف۔

۳۔ مُذْلَقَةٌ اِسْمُ الْمَفْعُولِ۔ (زینت الفرقان) ۴۔ ذِلاقت لغت میں عبارت ہے فصاحت اور نخت کلام سے اور چونکہ یہ حروف سبکی اور سرعت سے ادا ہوتے ہیں اس لیے اسکو مذلقہ کہا جاتا ہے کما فی الصّراح وغیرہ۔ (زینت الفرقان)

۵۔ ترجمہ این ست: گریخت از عقل۔ ۶۔ فِی حَقِيقَةِ التَّجْوِیْدِ: الْاِصْمَاتُ لَعْنَةٌ: الْمَنْعُ مُطْلَقًا

وَاصْطِلَاحًا: اِمْتِنَاعُ الْكَلِمَةِ الرَّبَاعِيَّةِ وَالْخُمَاسِيَّةِ مِنْ غَيْرِ حَرْفٍ مِنَ الْمُذْلَقَةِ، فَالْعَسْجُدُ عَجْمِيٌّ اِسْمٌ لِلذَّهَبِ وَ لَيْسَ بَعَرَبِيٌّ۔ ۷۔ بِفَتْحٍ مِيمٍ ثَانٍ كَذَا فِي نَوَادِرِ الْوُصُولِ۔ (زینت الفرقان)

کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ یہ حروف اپنے مخرج سے مضبوطی اور جماؤ کے ساتھ ادا ہوتے ہیں، آسانی اور جلدی سے ادا نہیں ہوتے۔ اور مذلقہ کے سوا سب حروف مصمتہ ہیں۔ یہ دونوں صفتیں اذلاق و اصمات بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

ان دس صفات کو ”صفات متضادہ“ کہتے ہیں کیونکہ یہ ایک دوسرے کی ضد یعنی مقابل ہیں، جیسا کہ اوپر بتلاتا گیا ہوں۔ آگے جو صفات آتی ہیں وہ ”صفات غیر متضادہ“ کہلاتی ہیں۔ اور جاننا چاہیے کہ صفات متضادہ سے تو کوئی حرف بچا ہوا نہیں رہتا، بلکہ جتنے حروف ہیں ہر حرف پر مقابل والے صفتوں میں سے کوئی نہ کوئی صفت صادق آئے گی۔ اور صفات غیر متضادہ بعض حروف میں ہوں گی بعض میں نہ ہوں گی اور وہ صفات غیر متضادہ یہ ہیں۔

(۱۱) صَفِير: (سیٹی) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے اُن کو ”صغیر“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ اُن کے ادا کے وقت ایک آواز تیز مثل سیٹی کے نکلتی ہے اور ایسے حروف تین ہیں: ص، ز، س۔

(۱۲) قَلْقَلَةٌ: (حرکت دینا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے اُن کو ”حروف قَلْقَلَةٌ“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ حالت سکون میں ادا کے وقت مخرج کو حرکت ہو جاتی ہے۔ ایسے حروف پانچ ہیں جن کا مجموعہ قُطْبُ جَدِّ ہے۔

(۱۳) لِينٌ: (نرم ہونا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے اُن کو ”حروف لِينٌ“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کو مخرج سے ایسی نرمی کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے کہ اگر

۱۔ مصمیت لغت میں بے جوف چیز کو کہتے ہیں، پس الاحمالہ وہ ثقیل ہوگی اور یہ حروف بہ نسبت ذلقیہ کے ثقیل ہیں، کمافی نوادر الوصول اور باعتبار مضادات مذلقہ یہ قول مناسب ہے۔ (زینت الفرقان) ۲۔ دلغت عبارت است

از جنبش و حرکت کذا فی نوادر الوصول۔ (زینت الفرقان) ۳۔ مجموعہ ان کا اس شعر میں ہے۔
باء و جیم و طاء و دال و قاف کو جب ہوں ساکن قَلْقَلَةٌ کر کے پڑھو

۴۔ یعنی مدار بزرگی۔ ۵۔ بالکسر زنی ضد خشونت کمافی م۔ (زینت الفرقان)

کوئی ان پر مد کرنا چاہے تو کر سکے۔ اور ایسے حروف دو ہیں: واو ساکن، اور یائے ساکن جب کہ ان سے پہلے والے حرف پر فتح یعنی زبر ہو، جیسے: خَوْفٌ، صَيْفٌ۔

(۱۳) **إِخْرَافٌ**: (ہٹنا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو ”مخرف“ کہتے

ہیں۔ اور وہ دو حرف ہیں: ”ل“ اور ”ر“ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کے ادا کے وقت ”ل“ میں تو زبان کے کنارے کی طرف اور ”ر“ میں کچھ زبان کی پشت کی طرف اور کچھ ”ل“ کے موقع کی طرف میلان پایا جائے۔ (درة الفرید)

(۱۵) **تکریر**: (دہرا کرنا) یہ صفت صرف ”ر“ میں پائی جاتی ہے۔ مطلب اس کا یہ

ہے کہ چونکہ اس کے ادا کرنے کے وقت زبان میں ایک رَعْشہ یعنی لرزہ ہوتا ہے اس لیے اس وقت آواز میں تکرار کی مشابہت ہو جاتی ہے۔ اور یہ مطلب نہیں کہ اس میں تکرار ظاہر کیا جائے، بلکہ اُس سے بچنا چاہیے، اگرچہ اس پر تشدید بھی ہو، کیونکہ وہ پھر بھی ایک ہی حرف ہے، کئی حرف تو نہیں ہیں۔ (درة الفرید ملخصاً)

(۱۶) **تَفْشِيْلٌ**: (پھیلنا) یہ صفت صرف **ش** کی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کے

ادا میں آواز منہ کے اندر پھیل جاتی ہے۔ (درة الفرید)

(۱۷) **اِسْتِطَالَةٌ**: (دراز کرنا) یہ صفت صرف **ض** کی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے

کہ اس کے ادا میں شروع مخرج سے آخر تک یعنی حَافِئَہٗ زَبَانِ کے شروع سے حَافِئَہٗ زَبَانِ کے آخر تک آواز کو امتداد رہتا ہے۔ یعنی اس کا مخرج جتنا طویل ہے پورے مخرج میں آواز جاری رہنے سے آواز بھی طویل ہو جاتی ہے۔ (جهد المقل)

فائدہ ۱: اگر کسی کو شبہ ہو کہ یہ سات صفات جو اخیر کی ہیں، جن حروف میں یہ صفات نہ ہوں اُن میں ان کی ضد ضرور ہوگی، مثلاً **ض** میں استطالت ہے تو باقی سب حروف میں

عدم استتظالت ہوگی، تو یہ دونوں ضد مل کر بھی سب کو شامل ہو گئیں، پھر صفات متضادہ و غیر متضادہ میں کیا فرق رہا؟ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ تو صحیح ہے، مگر صفات متضادہ میں ہر صفت کی ضد کا کچھ نہ کچھ نام بھی تھا۔ اور ان دونوں ناموں میں سے ہر حرف پر کوئی نہ کوئی نام صادق آتا تھا، اور چونکہ یہاں ضد کا نام نہیں، اس لیے اس ضد کے صادق آنے کا اعتبار نہیں کیا گیا، دونوں صفات میں یہ فرق ہوا۔

فائدہ ۲: محض مخارج و صفات حروف کو دیکھ کر اپنے ادا کے صحیح ہونے کا یقین نہ کر بیٹھے، اس میں ماہر مشاق استاذ کی ضرورت ہے، البتہ جب تک ایسا استاذ میسر نہ ہو بالکل کورا ہونے سے کتابوں ہی سے کام چلانا غنیمت ہے۔

فائدہ ۳: اس لمعہ کے شروع میں صفت لازمہ ذاتیہ کی تعریف میں لکھا گیا ہے کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حرف ہی نہ رہے۔ یہ حرف نہ رہنا کئی طرح ہے: ایک یہ کہ دوسرا حرف ہو جائے، ایک یہ کہ رہے تو وہی مگر اس میں کچھ کمی اور نقصان آجائے، ایک یہ کہ وہ کوئی عربی حرف نہ رہے، کوئی حرف مخترع ہو جائے۔ اور یہی حال ہے صحیح مخارج سے نہ نکلنے کا، کہ کبھی دوسرا حرف ہو جاتا ہے، کبھی اس حرف میں کچھ کمی ہو جاتی ہے، کبھی بالکل ہی حرف مخترع بن جاتا ہے۔ چونکہ ایسی غلطی سے بعض دفعہ نماز جاتی رہتی ہے، اس لیے اگر ایسی غلطی ہو جائے تو خاص اس موقع سے اطلاع دے کر کسی معتبر عالم سے مسئلہ پوچھ لینا ضروری ہے، اسی طرح زبر زیر یا گھٹاؤ بڑھاؤ کی غلطیوں کا یہی حکم ہے، جس کی مثالیں لمعہ ۲ میں مذکور ہیں، ان کو بھی کسی عالم سے پوچھ لیا کریں۔

فائدہ ۴: حروف کے مخارج اور صفات لازمہ میں کوتاہی ہونے سے جو غلطیاں ہوتی ہیں، فن تجوید کا اصلی مقصد ان ہی غلطیوں سے بچنا ہے، اسی واسطے مخارج اور صفات کا بیان سب قاعدوں سے مقدم کیا گیا ہے، اب آگے جو صفات محسنہ کے متعلق قاعدے آئینگے

وہ اس مقصود مذکور سے دوسرے درجہ پر ہیں، لیکن اب عام طور سے ان دوسرے درجہ کے قاعدوں کی رعایت اس اصلی مقصود سے زیادہ کی جاتی ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ ان قاعدوں سے نغمہ خوشنما ہو جاتا ہے، اور لوگ نغمہ ہی کا زیادہ خیال کرتے ہیں، اور مخارج و صفاتِ لازمہ کو نغمہ میں کوئی دخل نہیں، اس لیے اس کی طرف توجہ کم کرتے ہیں۔

فائدہ ۵: جس طرح یہ بے پروائی کی بات ہے کہ تجوید میں کوشش نہ کرے اسی طرح یہ بھی زیادتی ہے کہ تھوڑے سے قاعدے یاد کر کے اپنے کو کامل سمجھنے لگے اور دوسروں کو حقیر، اور ان کی نماز کو فاسد جاننے لگے یا کسی کے پیچھے نماز ہی نہ پڑھے، محقق عالموں نے عام مسلمانوں کے گناہ گار ہونے کا، اور ان کی نمازوں کے درست نہ ہونے کا حکم نہیں کیا، اس میں اعتدال کا درجہ قائم کرنا ان علماء کا کام ہے جو قرأت کو ضروری قرار دینے کے ساتھ فقہ اور حدیث پر نظر رکھتے ہیں، اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے لمعہ میں دیکھ لو۔

چھٹا لمعہ صفاتِ محسنہِ مُخَلِّیہ کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ یہ صفات سب حرفوں میں نہیں ہوتیں۔ صرف آٹھ حرف ہیں جن میں مختلف حالتوں میں مختلف صفات کی رعایت ہوتی ہے۔ وہ حروف یہ ہیں: (۱) ل (۲) ر (۳) م ساکن و مشدّد۔ (۴) ن ساکن و مشدّد۔ اور نون ساکن میں تنوین بھی داخل ہے، کیونکہ وہ اگرچہ لکھنے میں نون نہیں ہے، مگر پڑھنے میں نون ہے۔ جیسے: بُّ پراگر دوز بر پڑھو تو ایسا ہوگا۔ جیسے: بَنُّ پڑھو۔ (۵) ا جس سے پہلے ہمیشہ زبر ہی ہوتا ہے۔ (۶) و ساکن جب کہ اس سے پہلے پیش یا زبر ہو۔ (۷) ی ساکن جب کہ اس سے پہلے زیر یا زبر ہو۔ دیکھو لمعہ (۴)

۱۔ گناہ گار نہ ہونا اور نماز کا درست ہونا اس صورت میں ہے جب کہ لُحْن جلی نہ ہو، جیسا کہ دوسرے لمعہ کے مضمون سے مستفاد ہے۔ (زینت) ۲۔ ان آٹھوں حرفوں کا مجموعہ اَوْیَرَمَلَانِ ہے۔ (زینت)

مخرج (۱)۔ (۸) ء اور همزہ کی حقیقت مخرج اول میں بیان کی گئی ہے، پھر دیکھ لو۔ اور ان حرفوں میں جو ایسی صفات ہوتی ہیں ان میں بعض صفات تو خود استاذ کے پڑھانے ہی سے ادا ہو جاتی ہیں، اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ مثلاً الف، واؤ، یاء اور همزہ کا کہیں ثابت رہنا اور کہیں حذف ہو جانا، صرف ان صفات کو بیان کیا جاتا ہے جو پڑھانے سے سمجھ میں نہیں آتیں، خود ارادہ کرنا پڑتا ہے۔ جیسے پُر پڑھنا اور باریک پڑھنا، غنہ کرنا یا نہ کرنا اور مد کرنا یا نہ کرنا۔ اب ان آٹھوں حرفوں کے قاعدے الگ الگ مذکور ہوتے ہیں۔

ساتواں لمحہ

لام کے قاعدوں میں

لفظ اللہ کا جو لام ہے اس سے پہلے اگر زبر والا یا پیش والا حرف ہو تو اس کو پُر کر کے پڑھیں گے، جیسے: أَرَادَ اللّٰهُ، رَفَعَهُ اللّٰهُ، اور اس پُر کرنے کو ”تفخیم“ کہتے ہیں۔ اور اگر اس سے پہلے زیر والا حرف ہو تو اس لام کو باریک پڑھیں گے، جیسے: بِسْمِ اللّٰهِ، اور اس باریک پڑھنے کو ”ترقیق“ کہتے ہیں، اور لفظ اللہ کے سوا جتنے لام ہیں، سب باریک پڑھے جائیں گے، جیسے: مَا وَلَّهُمْ اور كَلَّمَهُ۔

تنبیہ: اَللّٰهُمَّ میں بھی یہی قاعدہ ہے جو اَللّٰهُ میں ہے کیونکہ اس کے اول میں بھی لفظ اَللّٰهُ ہے۔

آٹھواں لمحہ

راء کے قاعدوں میں

قاعدہ: اگر راء پر زبر یا پیش ہو تو اس راء کو تفخیم سے یعنی پُر پڑھیں گے، جیسے: رَبُّكَ، رَبِّمَا۔ اگر راء پر زیر ہو تو اُسکو ترقیق سے یعنی باریک پڑھیں گے، جیسے: رِجَالٌ۔

تنبیہ: راء مشدودہ بھی ایک راء ہے، پس خود اس کی حرکت کا اعتبار کر کے اس کو پُر یا باریک پڑھیں گے، جیسے: سِرّاً کی راء کو پُر پڑھیں گے اور دُرِحیٰ کی راء کو باریک، اور اس کو اگلے قاعدہ (۲) میں داخل نہ کہیں گے، جیسے بعضے ناواقف اس کو دو راء سمجھتے ہیں، پہلی ساکن اور دوسری متحرک، یہ غلطی ہے۔

قاعدہ ۲: اور اگر راء ساکن ہو تو اس سے پہلے والے حرف کو دیکھو کہ اس پر کیا حرکت ہے۔ اگر زبر یا پیش ہو تو اس را کو پُر پڑھیں گے، جیسے: بَرَقٌ، يُرْزَقُونَ۔ اور اگر زیر ہے تو اس راء کو باریک پڑھیں گے، جیسے: اَنْذَرُهُمْ۔ لیکن ایسی راء کے باریک ہونے کی تین شرطیں ہیں: **پہلی شرط** یہ ہے کہ یہ کسرہ اصلی ہو عارضی نہ ہو، کیونکہ اگر عارضی ہوگا تو پھر یہ راء باریک نہ ہوگی، جیسے: اِرْجِعُوا۔ دیکھو راء ساکن بھی ہے اور اس سے پہلے حرف یعنی ہمزہ پر زیر بھی ہے، مگر چونکہ یہ زیر عارضی ہے اس لیے اس راء کو پُر پڑھیں گے، لیکن بدون عربی پڑھے ہوئے اسکی پہچان نہیں ہو سکتی کہ کسرہ یعنی زیر اصلی کہاں ہے اور عارضی کہاں ہے، جہاں جہاں شبہ ہو کسی عربی پڑھے ہوئے سے پوچھ کر اس قاعدے پر عمل کرے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ یہ کسرہ اور یہ راء دونوں ایک کلمہ میں ہوں، اگر دو کلمے میں ہونگے تو بھی راء باریک نہ ہوگی، جیسے: رَبِّ اِرْجِعُونِ، اَمِ اِرْتَابُوا۔ (درۃ الفرید)

۱۔ خواہ راء کا سکون اصلی ہو یا عارضی، جیسے: دُسُرُ پر وقف کریں تو راء کا سکون عارضی ہوگا اور راء پُر پڑھی جائے گی، کیونکہ اس کے باقی ضمتہ ہے۔ (محمد یامین) ۲۔ لِدَفْعِ تَعَدُّرِ الْاِبْتِدَاءِ بِالسُّكُونِ. ۳۔ لِأَنَّ الْأَصْلَ فِي الرَّاءِ تَفْحِيمٌ كَمَا أَنَّ الْأَصْلَ فِي اللَّامِ التَّرْفِيقُ. [وَالدَّلِيلُ عَلَيْهِ تَأْدِيَةُ أَهْلِ اللِّسَانِ لِهَذِهِ الْحُرُوفِ، كَمَا ذَلِكَ قَالَهُ الْمُؤَلَّفُ الْعَلَامُ. (زينت الفرتان)] ۴۔ وَبَعْضُهُمْ عَبَّرَ عَنْ هَذَا الشَّرْطِ بِأَنَّ تَكُونُ الْكُسْرَةَ مُتَّصِلَةً بِالرَّاءِ، وَبَعْضُهُمْ كَجَهْدِ الْمُقْلِ بِأَنَّ تَكُونُ الْكُسْرَةَ مُتَّصِلَةً بِالرَّاءِ فِي كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ، وَبَعْضُهُمْ اِكْتَفَى بِكُونِ الْكُسْرَةِ غَيْرِ عَارِضَةٍ، وَالْكَلُّ عِبَارَاتٌ عَنِ الْمُعْنُونِ. ۵۔ وَكُسْرَةُ الْمُيمِ عَارِضٌ أَيْضاً لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنِينَ فَتَفْحَمُ هَذِهِ الرَّاءُ لِفَقْدِ الشَّرْطَيْنِ: هَذَا وَالْأَوَّلِ.

اور اس شرط کا پہچانا بہ نسبت پہلی شرط کے آسان ہے، کیونکہ کلموں کا ایک یا دو ہونا اکثر ہر شخص کو معلوم ہو جاتا ہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اُس راء کے بعد اسی کلمہ میں حروفِ مستعلیہ میں سے کوئی حرف نہ ہو، اگر ایسا ہوگا تو پھر راء کو پُر پڑھیں گے۔ ایسے حرف سات ہیں جن کا بیان لمعہ (۵) کی صفت (۵) میں آچکا ہے، جیسے: قِرْطَاسٍ، اِرْصَادًا، فِرْقَةٍ، لِبَالْمِرْصَادِ۔ ان سب میں راء کو پُر پڑھیں گے اور تمام قرآن میں اس قاعدے کے یہی چار لفظ پائے جاتے ہیں اور ویسے بھی اس کا پہچانا آسان ہے۔

تشبیہ ۱: تیسری شرط کے موافق لفظ کل فرق کی راء میں بھی تفخیم ہوگی، لیکن چونکہ قاف پڑھی زیر ہے اس لیے بعض قاریوں کے نزدیک اس میں ترقیق ہے اور دونوں امر جائز ہیں۔

تشبیہ ۲: تیسری شرط میں جو یہ لکھا ہے کہ اگر ایسی راء کے بعد اسی کلمہ میں حروفِ مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہوگا تو اس کو پُر پڑھیں گے تو اسی کلمہ کی قید اس لیے لگائی کہ دوسرے کلمہ میں حروفِ مستعلیہ کے ہونے کا اعتبار نہ کریں گے، جیسے: اَنْذِرْ قَوْمَكَ، فَاصْبِرْ صَبْرًا۔ اس میں راء کو باریک ہی پڑھیں گے۔

قاعدہ ۳: اور اگر راء ساکن سے پہلے والے حرف پر حرکت نہ ہو، وہ بھی ساکن ہو (اور ایسا حالتِ وقف میں ہوتا ہے، جیسا ابھی مثالوں میں دیکھو گے) تو پھر اس حرف سے پہلے والے حرف کو دیکھو، اگر اُس پر زبر یا پیش ہو تو راء کو پُر پڑھو، جیسے: لَيْلَةُ الْقَدْرِ، بِكُمْ الْعُسْرُ کہ ان میں راء بھی ساکن اور دال اور سین بھی ساکن اور قاف پر زبر اور عین پر پیش ہے، اس لیے ان دونوں کلموں کی راء کو پُر پڑھیں گے، اور اگر اس پر زیر ہے تو راء کو باریک پڑھو، جیسے: ذِي الذِّكْرِ۔ کہ راء بھی ساکن اور کاف بھی

۱۔ اور اس وجہ سے راء دو سروں کے درمیان ہو کر ضعیف ہوگی، پس ترقیق جائز رکھی گئی۔ کَمَا فِي شَرْحِ الْجَزْرِیَّةِ.

۲۔ جب کہ وقف بالاسکان یا بالاشمام ہو۔ (محمد یامین)

ساکن اور ذال پر زیر ہے، اس لیے اس راء کو باریک پڑھیں گے۔

تشبیہ ۱: لیکن اس راء ساکن سے پہلے جو حرف ساکن ہے، اگر یہ حرف ساکن یاء ہو تو پھر یاء سے پہلے والے حرف کو مت دیکھو، بس راء کو ہر حال میں باریک پڑھو، خواہ یاء سے پہلے کچھ ہی حرکت ہو، جیسے: خَيْرٌ، قَدِيرٌ کہ ان دونوں راء کو باریک ہی پڑھیں گے۔

تشبیہ ۲: اس قاعدہ (۲) کے موافق لفظ مِصْرٌ اور عَيْنَ الْقَطْرِ پر جب وقف کیا جائے تو راء کو باریک ہونا چاہیے، مگر قاریوں نے ان دونوں لفظوں کی راء کو باریک اور پُر دونوں طرح پڑھا ہے اور اسی لیے دونوں طرح پڑھنا جائز ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ خود راء پر جو حرکت ہو اس کا اعتبار کیا جائے، پس مِصْرٌ میں تفخیم اولیٰ ہے کہ راء پر زبر ہے اور الْقَطْرِ میں ترقیق اولیٰ ہے کہ راء پر زیر ہے۔

تشبیہ ۳: اس قاعدہ (۳) کی بنا پر سورۃ الفجر میں اِذَا يَسُرُّ پر جب وقف ہو اس کی راء مفخم ہونا چاہیے، لیکن بعضے قاریوں نے اس کے باریک پڑھنے کو اولیٰ لکھا ہے، مگر یہ روایت ضعیف ہے، اس لیے اس راء کو قاعدہ مذکورہ کے موافق پُر ہی پڑھنا چاہیے۔

قاعدہ ۴: راء کے بعد ایک جگہ قرآن مجید میں امالہ ہے، تو راء کی اس حرکت کو زیر سمجھ کر راء کو باریک پڑھیں اور وہ جگہ یہ ہے: بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرُبَهَا، اس راء کو ایسا پڑھیں گے، جیسا لفظ قطرے کی راء کو پڑھتے ہیں، امالہ اسی کو کہتے ہیں جسکو فارسی والے یائے مہجول

۱۔ بطریق جزری راء (ابن ضیاء) ۲۔ لَانْ اَصْلُهُ يَسُرُّي فَرَفَّقُوا الرَّاءَ؛ لِيَذُلَّ عَلَى الْيَاءِ الْمَحْذُوفَةِ.

۳۔ کیونکہ قراء محققین مثل علامہ جزری وشاطبی اور شرح مقدمۃ الجزریۃ والشاطبیہ وجہد المقل وغیرہ سے اس کی ترقیق ثابت نہیں ہے، بلکہ غیث النقع میں اس کے پُر ہی پڑھے جانے کی تصریح ہے۔ حیث قال: وَمَنْ وَقَفَ بِغَيْرِ يَاءٍ فَخَمَّ الرَّاءَ النَحْ اَوْ يَبْنِي قَاعِدَهُ عَلَامَةُ شَاطِبِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَغَيْرِهِ كَمَا مَوَافِقَ هُوَ فِي الْأَصْلِ مَجْرَبًا بِالسَّالِفِ فَأَمِينٌ. ۴۔ دراصل یائے مہجول ہوتی نہیں اس لیے کہ یائے مہجول ہونے کے لیے کلمے میں یائے مدہ ہونا شرط ہے، اور کلمہ مجربہا میں الف ہے اس کو یاء کی طرف مائل کیا جاتا ہے۔ (ابن ضیاء)

کہتے ہیں۔ پس مَجْرِبَهَا کی راء کو باریک پڑھیں گے۔^۱

قاعدہ ۵: جو راء وقف کے سبب ساکن ہو تو ظاہر بات ہے کہ اس میں قاعدہ (۲)، (۳) کے موافق اس سے پہلے والے حرف کو اور کبھی اس سے پہلے والے حرف کو دیکھ کر اس راء کو باریک یا پُر پڑھنا چاہیے، تو اس میں اتنی بات اور سمجھو کہ یہ پہلے والے حرفوں کو دیکھنا اس وقت ہے جب کہ وقف میں اس راء کو بالکل ساکن پڑھا جائے، جیسا کہ اکثر وقف کرنے کا عام طریقہ یہی ہے۔ لیکن وقف کا ایک اور طریقہ بھی ہے، جس میں وہ حرف جس پر وقف کیا ہے، بالکل ساکن نہیں کیا جاتا، بلکہ اس پر جو حرکت ہو اس کو بھی بہت خفیف سادا کیا جاتا ہے اور اسکو ”رَوم“ کہتے ہیں، یہ صرف زیر اور پیش میں ہوتا ہے، اس کا مفصل بیان لمعہ (۱۳) میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔ سو یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ ایسی راء پر رَوم کیساتھ وقف کیا جائے تو پھر پہلے والے حرف کو نہ دیکھیں گے، بلکہ خود اس راء پر جو حرکت ہوگی اس کے موافق پُر یا باریک پڑھیں گے، جیسے: وَالْفَجْرِ پر اگر اس طرح سے وقف کریں تو راء کو باریک پڑھیں۔ اور مُنْتَصِرٌ پر اگر اس طرح وقف کریں تو راء کو پُر پڑھیں۔^۲

نواں لمعہ

میم ساکن اور مشدد کے قاعدوں میں

قاعدہ ۱: میم اگر مشدد ہو تو اس میں غنہ ضروری ہے، ”غَنَہ“ کہتے ہیں ناک میں آواز لے جانے کو، جیسے: لَمَّا، اور اس حالت میں اس کو حرفِ غنہ کہتے ہیں۔

۱ وَلَا يُنْظَرُ إِلَى أَنَّهُ فِي الْأَصْلِ أَلْفٌ وَالرَّاءُ مَفْتُوحَةٌ وَحُكْمُ هَذِهِ الرَّاءِ التَّفْخِيمُ.

۲ کیونکہ راء موقوفہ میں جب رَوم کیا جائے گا تو اس کی حرکت میں اتنا ضعف ہوگا کہ صرف قریب والا سنے گا، لہذا جیسی حرکت ظاہر ہوگی ویسی ہی راء پڑھی جائے گی۔ (ابن ضیاء)

فائدہ: غنّہ کی مقدار ایک الف ہے، اور الف کی مقدار دریافت کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کھلی ہوئی انگلی کو بند کر لے، یا بند انگلی کو کھول لے اور یہ محض ایک اندازہ ہے، باقی اصل دارودار استاذ مشاق سے سننے پر ہے۔

قاعدہ ۲: میم اگر ساکن ہو تو اس کے بعد دیکھنا چاہیے کیا حرف ہے، اگر اس کے بعد بھی میم ہے تو وہاں ادغام ہوگا یعنی دونوں میمیں ایک ہو جائیں گی اور مثل ایک میم مشدد کے اس میں غنّہ ہوگا (حقیقۃ التجوید)۔ جیسے: **الْيَكُمُ مُرْسَلُونَ**۔ اور اس کو **ادغام صغیر مثلین** کہتے ہیں اور اگر میم ساکن کے بعد بباء ہے تو وہاں غنّہ کے ساتھ اخفاء ہوگا اور اس اخفاء کا مطلب یہ ہے کہ اس میم کو ادا کرنے کے وقت دونوں ہونٹوں کے خشکی کے حصّہ کو بہت نرمی کے ساتھ ملا کر غنّہ کی صفت کو بقدر ایک الف بڑھا کر خیشوم سے ادا کیا جائے اور پھر اس کے بعد ہونٹوں کے کھلنے سے پہلے ہی دونوں ہونٹوں کے تری کے حصّہ کو سختی کے ساتھ ملا کر بباء کو ادا کیا جائے (جهد المقل)۔ جیسے: **مَنْ يَعْتَصِمُ بِاللَّهِ** اور اس کو **اخفاء شفوی** کہتے ہیں۔ اور اگر میم ساکن کے بعد میم اور بباء کے سوا اور کوئی حرف ہو تو وہاں میم کا اظہار ہوگا، یعنی اپنے مخرج سے بلا غنّہ ظاہر کی جائے گی، جیسے: **انْعَمْتَ**، اور اس کو **اظہار شفوی** کہتے ہیں۔

تنبیہ: بعض حفاظ اس اخفاء و اظہار میں بباء، واؤ اور فسا کا ایک ہی قاعدہ سمجھتے ہیں اور اس قاعدہ کا نام بوف کا قاعدہ رکھا ہے، یعنی بعض تو تینوں میں اخفاء کرتے ہیں، بعض تینوں میں اظہار کرتے ہیں اور بعض ان حرفوں کے پاس میم ساکن کو ایک گونہ حرکت دیتے ہیں، جیسے: **عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ**، **يَمْدُهُمْ فِي**۔ یہ سب خلاف قاعدہ ہے، پہلا اور تیسرا قول تو بالکل ہی غلط ہے اور دوسرا قول ضعیف ہے۔ (درّۃ الفرید)

دسواں لمحہ

نون ساکن اور مشدد کے قاعدوں میں

چھٹے لمحہ کے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ تنوین بھی نون ساکن میں داخل ہے، وہاں پھر دیکھ لو، مگر ان قاعدوں میں نون ساکن کے ساتھ تنوین کا نام بھی آسانی کے لیے دیا جائے گا۔

قاعدہ ۱: نون اگر مشدد ہو تو اس میں غنہ ضروری ہے، اور مثل میم مشدد کے اس کو بھی اس حالت میں حرف غنہ کہیں گے۔ نون لمحہ کا پہلا قاعدہ پھر دیکھ لو۔

قاعدہ ۲: نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حروف حلقی میں سے کوئی حرف آئے تو وہاں نون کا اظہار کریں گے، یعنی ناک میں آواز نہ لے جائیں گے، اور غنہ بھی نہ کریں گے، جیسے:

أَنْعَمْتَ، سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ وَغَيْرِهِ، اس اظہار کو ”اظہار حلقی“ کہتے ہیں۔ حروف حلقیہ چھ ہیں جو اس شعر میں جمع ہیں۔

حرف حلقی چھ سمجھ اے نور عین ہمزہ باء وحاء وحاء و عین و عین

چوتھے لمحہ میں مخرج ۲۱، ۳ اور ۴ کو پھر دیکھ لو، اور اظہار کا مطلب نون لمحہ کے دوسرے قاعدہ میں پھر دیکھ لو۔

قاعدہ ۳: نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان چھ حرفوں میں سے کوئی حرف آئے جس کا مجموعہ يَرْمَلُونَ ہے تو وہاں ادغام ہوگا، یعنی نون اسکے بعد والے حرف سے بدل کر دونوں ایک ہو جائیں گے، جیسے: مِنْ لَدُنْهِ۔ دیکھو نون کو لام بنا کر دونوں لام کو ایک کر دیا۔ چنانچہ پڑھنے میں صرف لام آتا ہے، اگرچہ لکھنے میں نون بھی باقی ہے۔ مگر ان چھ حرفوں میں اتنا فرق ہے کہ ان میں سے چار حرفوں میں تو غنہ بھی رہتا ہے، اور یہ غنہ مثل نون مشدد کے بڑھا کر پڑھا جاتا ہے۔ اُن چاروں کا مجموعہ يَنْمُو ہے، جیسے: مَنْ يُؤْمِنُ، بَرَقَ يَجْعَلُونَ وَغَيْرِ ذَلِكَ اور اسکو ”ادغام مع الغنہ“ کہتے ہیں۔

اور دو جو رہ گئے یعنی راء، لام ان میں غنہ نہیں ہوتا، جیسے: مِنْ لَدُنْهُ مثال اوپر گزری ہے، اس میں ناک میں ذرا بھی آواز نہیں جاتی، خالص لام کی طرح پڑھتے ہیں اور اسکو ”ادغام بلا غنہ“ کہتے ہیں۔ اور نویں لمعہ کے قاعدہ (۲،۱) میں غنہ وادغام کے معنی پھر دیکھ لو۔ مگر اس ادغام کی ایک شرط یہ ہے کہ یہ نون اور یہ حروف ایک کلمہ میں نہ ہوں ورنہ ادغام نہ کریں گے بلکہ اظہار کریں گے، جیسے: دُنْيَا، قِنْوَانٌ، صِنْوَانٌ، بُنْيَانٌ۔ اور تمام قرآن میں اس قاعدہ کے یہی چار لفظ پائے گئے ہیں۔ اور ان میں جو اظہار ہوتا ہے اسکو ”اظہار مطلق“ کہتے ہیں۔

قاعدہ ۴: نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حرف باء آئے تو اس نون ساکن اور تنوین کو میم سے بدل کر غنہ اور اخفاء کے ساتھ پڑھیں گے، جیسے: مِنْ ۴ بَعْدُ، سَمِيعٌ ۴ بَصِيرٌ۔ اور بعض قرآنوں میں آسانی کے لیے ایسے نون و تنوین کے بعد نھی سی میم بھی لکھ دیتے ہیں (اس طرح مِنْ ۴ بَعْدُ) اور اس بدلنے کو ”اقلاب“ اور ”قلب“ کہتے ہیں اور اس میم کے اخفاء کا مطلب اور ادا کرنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو کہ اخفاء شفوی کا تھا۔ نویں لمعہ کا دوسرا قاعدہ پھر دیکھ لو۔

قاعدہ ۵: نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان تیرہ حروف کے سوا جن کا ذکر قاعدہ ۲، ۳، ۴ میں ہو چکا ہے، اور کوئی حرف آئے، تو وہاں نون اور تنوین کو اخفاء اور غنہ کے ساتھ پڑھیں گے، اور وہ پندرہ حروف یہ ہیں: ت، ث، ج، د، ذ، ز، س، ش، ص، ض، ط،

۱ حروف اخفاء ان اشعار میں جمع ہیں، ان کو یاد کر لو۔

پندرہ حروفوں میں تم اخفاء کرو	مجھ سے سن لو ان کی تم تفصیل کو
تاء و ثاء و جیم و دال و ذال و زاء	سین و شین و صاد و ضاد و طاء و ظاء
فاء و قاف و کاف ہیں یہ پندرہ	اس کو اخفاء حقیقی ہے لکھا
	(محمد عبداللہ)

ظ، ف، ق، ک۔ اور الف کو اس لیے شمار نہیں کیا کہ وہ نون ساکن کے بعد نہیں آسکتا (درّة الفرید) اور اس اخفاء^۱ کا مطلب یہ ہے کہ نون ساکن اورتنوں کو اُس کے مخرج اصلی (کنارہ زبان اورتالو) سے علیحدہ رکھ کر اس کی آواز کو خیشوم میں چھپا کر اس طرح پڑھیں کہ نہ ادغام ہونہ اظہار، بلکہ دونوں کے درمیانی حالت ہو، یعنی نہ تو اظہار کی طرح اس کے ادا میں زبان کا سراتالو سے لگے، اور نہ ادغام کی طرح بعد والے حرف کے مخرج سے نکلے، بلکہ بدون دخل زبان کے اور بدون تشدید کے صرف خیشوم سے غنّہ کی صفت کو بقدر ایک الف کے باقی رکھ کر ادا کیا جائے۔ اور جب تک اخفاء کی مشق کسی ماہر استاذ سے میسر نہ ہو اس وقت تک صرف غنّہ ہی کے ساتھ پڑھتا رہے کہ دونوں سننے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہی ہیں، جیسے: اَنْذَرْتَهُمْ، قَوْمٌ ظَلَمُوا وغیرہ۔ مگر پھر بھی آسانی کے لیے اس اخفاء کی ایک دو مثالیں اپنی بول چال کے لفظوں میں بتلا دیتا ہوں کہ کچھ تو سمجھ میں آجائے۔ وہ مثالیں یہ ہیں: کنواں، کنول، منہ، اونٹ، بانس، سینگ۔ دیکھو ان لفظوں میں نون نہ تو اپنے مخرج سے نکلا اور نہ بعد والے حرف میں ادغام ہو گیا، اس نون کے اخفاء کو ”**اخفاء حقیقی**“ کہتے ہیں۔ اور نون کے اظہار کو جس کا بیان دوسرے قاعدے میں ہوا ہے ”**اظہار حقیقی**“ کہتے ہیں۔ اور جرک

۱۔ **فِي حَقِيقَةِ النَّجْوَيْدِ: فَإِلْخَفَاءُ حَالٌ بَيْنَ الْإِظْهَارِ وَالْإِدْغَامِ لَا تَشْدِيدُ فِيهِ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ إِدْغَامٌ كَلْبِيٌّ وَلَا جُزْنِيٌّ، وَإِنَّمَا هُوَ أَنْ لَا تَظْهَرَ النَّوْنُ السَّاكِنَةُ عِنْدَ هَذِهِ الْحُرُوفِ، وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمَخْفِيِّ وَالْمُدْغَمِ أَنَّ الْمَخْفِيَّ مُخَفَّفٌ فِي الرَّسْمِ وَالتَّلْفُظِ، وَمَخْرَجُهُ مِنَ الْخَيْشُومِ وَمَخْرَجُ الْمُدْغَمِ مِنَ الْمُدْغَمِ فِيهِ، إِلَى الْخَرِّ مَا قَال. (ص ۲۲۰) قَوْلُهُ: كَلْبِيٌّ وَلَا جُزْنِيٌّ يَعْنِي بِهَا الْإِدْغَامَ التَّامَّ وَالنَّاقِصَ. (محمد امین) ۲۔ پس جو لوگ نون مخفی کے ادا کرنے میں زبان کی نوک کو تالو سے لگاتے ہیں ان سے اخفاء ادا نہیں ہوتا، بلکہ وہ اخفاء کی جگہ اظہار کو اسکی مقدار معینہ سے بڑھا کر ادا کرتے ہیں، اسی طرح جو لوگ اسکے بعد والے حرف کے مخرج سے نکالتے ہیں ان سے بھی اخفاء ادا نہیں ہوتا بلکہ وہ اخفاء کی جگہ ادغام مع الغنّہ یعنی ادغام ناقص کرتے ہیں۔ فَافْهَمْ وَتَأَمَّلْ. (محمد امین)**

بیان تیسرے قاعدے میں ہوا ہے ”اظہار مطلق“ کہتے ہیں۔ جس طرح میم کے اخفاء و اظہار کو ”شفتوی“ کہتے تھے، جس کا بیان نویں لمعہ کے دوسرے قاعدہ میں گزرا ہے۔

گیارہویں لمعہ

الف، واؤ اور یاء کے قاعدوں میں

جب کہ یہ ساکن ہوں اور الف سے پہلے والے حرف پر زبر ہو اور واؤ ساکن سے پہلے پیش ہو اور یاء ساکن سے پہلے زیر ہو، اور اس حالت میں ان کا نام مدہ ہے، دیکھو لمعہ (۴) مخرج (۱) اور کھڑا زبر اور کھڑی زیر اور الٹا پیش بھی حروف مدہ میں داخل ہے، کیونکہ کھڑا زبر الف مدہ کی آواز دیتا ہے، کھڑی زیر یاء مدہ کی، اور الٹا پیش واؤ مدہ کی۔ اب ان قواعد کے بیان میں ہم فقط لفظ مدہ لکھیں گے، ہر جگہ اتنے لمبے نام کون لکھے۔

قاعدہ ۱: اگر حروف مدہ کے بعد ہمزه ہو اور یہ حروف مدہ اور ہمزه دونوں ایک کلمہ میں ہوں تو وہاں اس مدہ کو بڑھا کر پڑھیں گے، اور اس بڑھا کر پڑھنے کو ”مد“ کہتے ہیں، جیسے: سَوَاءٌ، سُوءٌ، سَيِّئٌ۔ اور اس کا نام ”متصل“ ہے اور اس کو ”مد واجب“ بھی کہتے ہیں۔ اور مقدار اس کی تین الف، یا چار الف ہے، اور الف کے اندازہ کرنے کا طریقہ نویں لمعہ کے قاعدہ (۱) کے فائدہ میں لکھا گیا ہے۔ پس اس طریقہ کے موافق تین یا چار انگلیوں کو آگے پیچھے بند کر لینے سے یہ اندازہ حاصل ہو جائے گا، مگر یہ مقدار اس مقدار کے علاوہ ہے جو حروف مدہ کی اصلی مقدار ہے، مثلاً جَاءٌ میں اگر مد نہ ہوتا تو آخر الف کی بھی تو کچھ مقدار ^۲ ہے، سو اس مقدار کے علاوہ مد کرنے کی مقدار ^۳ ہوگی۔

۱۔ تَسْمَى بِالْوَجِبِ؛ لِأَنَّ كُلَّ الْأَنْثَمَةِ يُوجِبُهُ. (محمد یامین)

۲۔ ایک زبر کو دونا (دُگنا) کرنے سے الف ہو جاتا ہے، جیسے قَسَلٌ سے قَسَاتِلٌ، پس الف کی مقدار ایک زبر کی دونی (دُغنی) ہے۔ (ابن ضیاء) ۳۔ مثلاً چار الف والی مقدار میں ایک الف اصلی اور تین فرعی ہیں۔ (ابن ضیاء)

قاعدہ ۲: اگر حروفِ مدہ کے بعد ہمزہ ہو اور یہ حرفِ مدہ اور وہ ہمزہ ایک کلمہ میں نہ ہوں، بلکہ ایک کلمہ کے اخیر میں تو حرفِ مدہ ہو اور دوسرے کلمہ کے شروع میں ہمزہ ہو، وہاں بھی اس مدہ کو بڑھا کر یعنی مد کے ساتھ پڑھیں گے، جیسے: **إِنَّا آعْطَيْنَاكَ، الَّذِي أَطْعَمَهُمْ، قَالُوا آمَنَّا**۔ مگر یہ مد اس وقت ہوگا جب دونوں کلموں کو ملا کر پڑھیں، اور اگر کسی وجہ سے پہلے کلمہ پر وقف کر دیا تو پھر یہ مد نہ پڑھیں گے، اس مد کو **”مد منفصل“** اور **”مد جائز“** بھی کہتے ہیں اور اس کی مقدار بھی تین یا چار الف ہے، جیسے متصل کی تھی۔ ان دونوں کی الگ الگ کسی کو پہچان نہ ہو تو فکر نہ کریں، کیونکہ دونوں ایک ہی طرح پڑھے جاتے ہیں۔

قاعدہ ۳: اگر ایک کلمہ میں حرفِ مدہ کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جس کا سکون اصلی ہو، یعنی اس پر وقف کرنے کے سبب سے سکون نہ ہو، جیسے: **آلَسْنَ**۔ اس میں اول حرف ہمزہ ہے، دوسرا حرف الف ہے اور وہ مدہ ہے اور تیسرا حرف لام ساکن ہے، اور اس کا ساکن ہونا ظاہر ہے کہ وقف کے سبب سے نہیں ہے، چنانچہ اس پر وقف نہ کریں تب بھی ساکن ہی پڑھیں گے، تو ایسے مدہ پر بھی مد ہوتا ہے اور اس کا نام **”مد لازم“** ہے اور اس کی مقدار تین الف ہے اور ایسے مد کو **”کلمی محقق“** کہتے ہیں۔

قاعدہ ۴: اگر ایک کلمہ میں حرفِ مدہ کے بعد کوئی حرف مشدّد ہو، جیسے: **ضَالَيْنَ**۔ اس میں الف تو مدہ ہے اور اس کے بعد لام پر تشدید ہے، اس مدہ پر بھی مد ہوتا ہے اور اس کا نام بھی **”مد لازم“** ہے اور اس کی مقدار بھی تین الف ہے اور ایسے مد کو **”کلمی منقل“** کہتے ہیں۔

۱۔ تَسْمَى بِالْجَانِزِ؛ لِأَنَّ بَعْضَ الْأَلْمَةِ لَا يُوجِبُهُ۔ ۲۔ یہ مقدار تو وسط کی ہے مد منفصل میں قصر، توسط اور طول تینوں جائز ہیں جبکہ مد متصل میں صرف طول ہی ہوتا ہے، متصل اور منفصل میں نہ طول ہے نہ قصر۔ (ابن ضیاء) ۳۔ مد منفصل کی پہچان یہ ہے کہ حرفِ مد کے بعد ہمزہ ہر جگہ الف کی صورت میں مرسوم ہوگا بجز ھو لاء کے۔ (ابن ضیاء)

قاعدہ ۵: بعض سورتوں کے اول میں جو بعض حروف الگ الگ پڑھے جاتے ہیں، جیسے سورہ بقرہ کے شروع میں اَلَمْ (الف، لام، میم) ان کو ”حروفِ مقطّٰعہ“ کہتے ہیں۔ ان میں ایک تو خود الف ہے، اسکے متعلق تو یہاں کوئی قاعدہ نہیں، اور اسکے سوا جو اور حروف رہ گئے وہ دو طرح کے ہیں: ایک تو وہ جن میں تین حرف ہیں، جیسے: لام، میم، قاف، نون۔ اور ایک وہ جن میں دو حرف ہیں طاء، ہا۔ سو جن میں دو حرف ہیں ان کے متعلق بھی یہاں کوئی قاعدہ نہیں، اور جن میں تین حرف ہیں اُن پر مد ہوتا ہے، اسکو بھی ”مَدِّ لَازِمٌ“ کہتے ہیں اور اس کی مقدار بھی تین الف ہے، اور ایسے مد کو ”مَدِّ حَرَفِیٌّ“ کہتے ہیں۔ پھر ان میں سے جن حروفِ مقطّٰعہ کے اخیر حرف پر پڑھنے کے وقت تشدید ہے انکے مد کو ”مَدِّ حَرَفِیٌّ مُثَقَّلٌ“ کہتے ہیں۔ جیسے اَلَمْ میں لام کو جب لامِ میم کے ساتھ پڑھتے ہیں تو اس کے اخیر میں تشدید پیدا ہوتی ہے، اور جن میں تشدید نہیں ہے ان کے مد کو ”مَدِّ حَرَفِیٌّ مُخَفَّفٌ“ کہتے ہیں، جیسے: اَلَمْ میں میم کے اخیر میں تشدید نہیں ہے۔

تنبیہ: تین حرفی مقطّعات میں، جن میں مد پڑھنا بتلایا گیا ہے، اکثر میں تو بیچ کا حرف مدہ ہی ہے، جس کے بعد کہیں تو حرف ساکن ہے، جیسے میم میں یائے مدہ ہے، اور اس کے بعد میم ساکن ہے، اور کہیں حرف مشدّد ہے، جیسے لام میں الف مدہ ہے اور اس کے بعد میم مشدّد ہے اور مدہ پر ایسے مواقع میں ہمیشہ مد ہوتا ہی ہے، تو ان میں تو مد ہونا عام قاعدہ کے موافق ہے۔ البتہ جن تین حرفی مقطّعات میں بیچ کا حرف مدہ نہیں ہے، جیسے: کَھٰی عَصَٰءٍ میں عین ہے، وہاں مد ہونا اس عام قاعدے کے موافق نہیں ہے، اور اسی واسطے اگر مد نہ کریں تب بھی درست ہے، لیکن افضل یہی ہے کہ مد کریں اور اس کو ”مَدِّ لَازِمٌ لَیْنٌ“ کہتے ہیں۔

اے موقع پر قرآن مجید میں سب جگہ لامِ میم کے ساتھ ہی پڑھا جاتا ہے، پس یہ قیود واقعی ہے نہ کہ احترازی۔ (محمد یامین)

تشبیہ ۲: جو حروفِ مقطعات اخیر میں ہیں اُن پر مد اُس وقت ہے جب اس پر وقف کریں اور اگر مابعد سے ملا کر پڑھیں تو پھر مد کرنا، نہ کرنا دونوں جائز ہیں، جیسے سورۃ آل عمران میں اللہ کے میم کو اگر اللہ سے ملا کر پڑھیں تو مد کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔

قاعدہ ۶: اگر حرفِ مدہ کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جس کا سکون اصلی نہ ہو، یعنی اس پر وقف کرنے کے سبب سکون ہو گیا ہو (اور یہ ساکن مقابل ہے اس ساکن کا جو قاعدہ (۳) کے شروع میں مذکور ہوا ہے) تو اس مدہ پر مد کرنا جائز ہے اور نہ کرنا بھی درست ہے لیکن کرنا بہتر ہے، جیسے: **الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ** پر، اور اس کو **”مدّوقی“** اور **”مدّعارض“** بھی کہتے ہیں، اور یہ مدّتین الف کے برابر ہے اور اس کو **”طول“** بھی کہتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ دو الف کے برابر مد کریں اور اس کو **”توسط“** کہتے ہیں، اور یہ بھی جائز ہے کہ بالکل مد نہ کریں، یعنی ایک ہی الف کے برابر پڑھیں کہ اس سے کم میں حرف ہی نہ رہے گا (آگے تشبیہ ۳ دیکھو)، اس کو **”قصر“** کہتے ہیں۔ اور اس میں افضل طول ہے پھر توسط پھر قصر۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ ان تینوں میں سے جو طریقہ اختیار کرو، ختم تلاوت تک اسی کے موافق کرتے چلے جاؤ، ایسا نہ کرو کہ کہیں طول کہیں قصر کہ یہ بد نما ہے۔ اور یہ مدّ بھی **”مدّ جائز“** کی ایک قسم ہے، اور جہاں خود حرفِ مدہ پر وقف ہو وہاں یہ مد نہیں ہوتا، جیسے بعض لوگ **عَفُورًا، شَكُورًا** پر وقف کر کے مد کرتے ہیں، جو بالکل غلط ہے۔

تشبیہ ۱: مدّعارض جس طرح حروفِ مدہ پر جائز ہے اسی طرح حروفِ لین پر بھی جائز ہے، یعنی واؤ ساکن جس سے پہلے زبر ہو اور یائے ساکن جس سے پہلے زبر ہو، دیکھو لمعہ (۵)

۱۔ جب کہ سکون لازم کے بعد پھر کوئی ساکن حرف آنے سے پہلا حرف ساکن متحرک ہو جائے ورنہ مابعد حرکت ہوتے

ہوئے وصل میں بھی مد کرنا ضروری ہے۔ (ابن ضیاء)

صفت (۱۳) جیسے: وَالصَّيْفِ پَرِيا مِنْ خَوْفٍ پَرِو قف کریں، اور جس طرح مد یعنی طول جائز ہے اسی طرح توسط اور قصر بھی، مگر اس میں افضل قصر ہے پھر توسط پھر طول، اور اس مد کو ”مد عارض لین“ کہتے ہیں۔

تنبیہ ۲: حرف لین کے متعلق ایک قاعدہ لمعہ (۱۱) قاعدہ (۵) تنبیہ (۱) میں بھی گزرا ہے، دیکھ لو، کیونکہ وہاں حروفِ مقطّعة میں سے جو عین^۱ ہے اُس کی یاء حرف لین ہے۔

تنبیہ ۳: یہاں تک جتنی قسمیں مد کی مذکور ہوئیں یہ سب ”مد فرعی“ کہلاتی ہیں، یعنی چونکہ اصل حرف سے زائد ہیں اور ایک مد اصلی ہے اور اس کو ”ذاتی“ اور ”طبعی“ بھی کہتے ہیں، یعنی الف اور واؤ اور یاء کی اتنی مقدار کہ اگر اس سے کم پڑھیں تو وہ حرف ہی نہ رہے، بلکہ زبر یا پیش یا زیرہ جائے، اور اس کے متعلق کوئی قاعدہ نہیں ہے۔

قاعدہ ۷: یہ قاعدہ حرف مدہ میں سے صرف الف کے متعلق ہے، وہ یہ کہ الف خود باریک پڑھا جاتا ہے، لیکن اس سے پہلے اگر کوئی حرف پڑ ہو، یعنی یا تو حروفِ مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہو، جن کا بیان لمعہ (۵) صفت (۵) میں گزر چکا ہے، یا حرفِ راء ہو جو کہ مفتوح ہونے سے پڑ ہو جائے گی، یا پُر لام ہو، جیسے لفظ اللہ کا لام ہے جب کہ اس سے پہلے زبر یا پیش ہو تو ان صورتوں میں الف^۲ کو بھی موٹا پڑھیں گے۔

اور جاننا چاہیے کہ ان حرفوں کے پڑ ہونے میں بھی تفاوت ہے۔ تو ویسا ہی تفاوت اس الف کے پڑ ہونے میں بھی ہوگا جو ان حرفوں کے بعد آیا ہے۔ سو سب سے زیادہ تو اسم اللہ کا لام ہے، اس کے بعد طاء، اس کے بعد صاد اور ضاد، اگلے بعد ظاء،

^۱ مثل حمّ عسّک کا عین اس کو مد لازم لین کہتے ہیں، اس میں طول اولیٰ اور قصر ضعیف ہے۔ (ابن ضیاء)

^۲ جاننا چاہیے کہ واؤ مدہ کا بھی یہی حکم ہے جو یہاں پر الف کا بیان کیا گیا ہے، عند صاحب جہد المقل اور یہ بھی معمول بقراء کا ہے، جیسے: وَالطُّورِ میں واؤ ثانی پُر پڑھی جاتی ہے۔ (محمد یامین)

اس کے بعد قاف، اس کے بعد غین اور خاء، ان کے بعد را۔ (حقیقۃ التجوید: ص ۲۹)

بارہواں لمعہ ہمزہ کے قاعدوں میں

اس کے بعض قاعدے تو بدون عربی پڑھے سمجھ میں نہیں آسکتے، اس لیے صرف دو موقع کے قاعدے لکھ دیتا ہوں کہ سب قرآن پڑھنے والوں کو اس کی ضرورت ہے۔

قاعدہ ۱: چوبیسویں پارے کے ختم کے قریب ایک آیت میں یہ آیا ہے **ءَ اَعْجَمِيْ**، سوا اس کا دوسرا ہمزہ ذرا نرم کر کے پڑھو، اس کو **”تسہیل“** کہتے ہیں۔

قاعدہ ۲: سورہ حجرات کے دوسرے رکوع میں یہ آیا ہے: **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ**، سوا اس کو اس طرح پڑھو کہ **بِسْمِ** کے سین پر تو زبر پڑھو، اور اس کے بعد کے کسی حرف سے نہ ملاؤ، پھر لام جو اس کے بعد لکھا ہے اس کو زبردے کر بعد کے سین سے ملا دو، پھر میم کو اگلے لام سے ملا دو۔ خلاصہ یہ ہے کہ **الاسْمُ** کے لام سے آگے پیچھے جو دو ہمزہ بشكل الف لکھے ہیں، ان کو بالکل مت پڑھو۔

تیرہواں لمعہ وقف کرنے یعنی کسی کلمہ پر ٹھہرنے کے قواعد میں

اصل فنِ تجوید تو مخارج اور صفات کی بحث ہے، جو بفضلہ تعالیٰ بقدر ضرورت اوپر لکھی گئی، باقی اور تین علم اس فن کی تکمیل ہیں: علم اوقاف، علم قرأت، علم رسم خط۔ چنانچہ علم اوقاف کی ایک بحث **وقف** کرنے کے قواعد ہیں۔

۱۔ وَفِيهَا: فَإِذَا وَقَعَ بَعْدَهَا (أَيِ الْحُرُوفِ الْمُفْحَمَةِ) أَلِفٌ فَحَمَ الْأَلْفُ؛ لِأَنَّهُ تَابِعٌ لِمَا قَبْلَهَا، بِخِلَافِ أُخْتِيهَا فَإِنَّهُ إِذَا وَقَعَ بَعْدَهَا وَأَوْ يَاءٌ فَلَا يُؤَثِّرُ تَفْحِيمُهَا فِيهِمَا. الخ **۲۔** سورة حم سجدہ: ۴۴

۳۔ سورة الحجرات: ۱۱ **۴۔** بِسْمِ لِسْمِ. **۵۔** وَالْبَحْثُ الْأَخْرَ أَقْسَامُ الْوَقْفِ مِنَ الْحَسَنِ وَالْقَبِيحِ وَالنَّامِ وَغَيْرِهِ (جهد المقل) لَمْ أَذْكَرُهُ كَاتِبًا قَبِيحًا؛ لِأَنَّهَا لَا يَتَعَلَّقُ بِالتَّجْوِيدِ.

وقف کرنے یعنی کسی کلمہ پر ٹھہرنے کے قواعد میں

قاعدہ ۱: جو شخص معنی نہ سمجھتا ہو اس کو چاہیے کہ انہیں مواقع پر وقف کرے جہاں قرآن کریم میں

نشان بنا ہوا ہے، بلا ضرورت بیچ میں نہ ٹھہرے، البتہ اگر بیچ میں سانس ٹوٹ جائے تو مجبوری ہے، پھر اگر مجبوری سے ایسا ہو تو چاہیے کہ جس کلمہ پر ٹھہر گیا تھا اس سے یا اوپر سے پھر لوٹا کر اور مابعد سے ملا کر پڑھے، اور اس کا سمجھنا کہ اسی کلمے سے پڑھوں یا اوپر سے، بدون معنی سمجھے ہوئے مشکل ہے۔ جب تک معنی سمجھنے کی لیاقت نہ ہو شبہ کے موقع میں کسی عالم سے پوچھ لے، اور ایسی مجبوری کے وقف میں ایک اس کا خیال رہے کہ کلمہ کے بیچ میں وقف نہ کرے، بلکہ کلمہ کے ختم پر ٹھہرے، اور یہ بھی جان لو کہ وقف کرنا حرکت پر غلط ہے، جیسا اکثر لوگ کرتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کا سانس سورہ بقرہ کے شروع میں بِمَآ أَنْزَلَ إِلَيْكَ کے کاف پر ٹوٹ گیا تو اس وقت کاف کو ساکن کر دینا چاہیے، زبر کے ساتھ وقف نہ کریں۔ اسی طرح بے سانس توڑے وقف نہیں ہوتا، جیسا بعض لوگ آیت کے ختم پر ساکن حرف پڑھتے ہیں اور بے سانس توڑے دوسری آیت شروع کر دیتے ہیں، یہ بھی بے قاعدہ ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ ایسی مجبوری میں جس کسی کلمہ پر وقف کرو تو وہ کلمہ جس طرح لکھا ہے اسی کے موافق وقف کرو، اگرچہ وہ دوسری طرح پڑھا جاتا ہو، پڑھنے کے موافق وقف نہ کریں گے۔ مثلاً اَنَا میں جو الف، نون کے بعد ہے وہ ویسے تو پڑھنے میں نہیں آتا، لیکن اگر اس کلمہ پر وقف کیا جائے گا تو پھر اُس الف کو بھی پڑھیں گے اور پھر جب اُس کلمہ کو لوٹائیں گے تو اس وقت چونکہ مابعد سے ملا کر پڑھیں گے، اس لیے یہ الف نہ پڑھا جائے گا۔ ان باتوں کو خوب سمجھ لو اور یاد رکھو، اس میں بڑے بڑے حافظ بھی غلطی کرتے ہیں۔

تنبیہ: قاعدہ مذکورہ کے اخیر میں جو لکھا گیا ہے کہ وہ کلمہ جس طرح لکھا ہے اس کے موافق ٹھہرو، اس قاعدہ سے یہ الفاظ مستثنیٰ ہیں: **أَوْ يَعْفُوا** سورہ البقرہ: ۲۳۷ میں، **أَنْ تَبْؤَأَ**

سورۃ المائدہ: ۲۹ میں، لَتَتَلَوُاْ سُوْرَةَ الرَّعْدِ: ۳۰ میں، لَنْ نَذْعُوْا سُوْرَةَ الْكَهْفِ: ۱۴ میں،
 لِيَرْبُوْا سُوْرَةَ الرَّوْمِ: ۳۹ میں، لِيَبْلُوْا سُوْرَةَ مُحَمَّدٍ: ۴ میں، نَبْلُوْا سُوْرَةَ مُحَمَّدٍ: ۳۱ میں،
 تَمُوْدًا چار جگہ: سورۃ ہود: ۶۸، سورۃ الفرقان: ۳۸، سورۃ العنکبوت: ۳۸، سورۃ النجم: ۵۱
 میں اور دوسرا قَوَارِيْرًا سورۃ الدھر: ۱۶ میں۔ ان سب الفاظ میں الف کسی حال میں نہیں
 پڑھا جاتا، نہ وصل میں نہ وقف میں، اور لفظ لِكِنَّا خاص سورۃ الکہف: ۳۸ میں اور
 الطُّنُوْنَا اور الرَّسُوْلَاْ اور السَّبِيْلَاْ یہ تینوں سورۃ الاحزاب: ۱۰، ۶۶، ۶۷ میں اور
 سَلْسِلَاْ اور پہلا قَوَارِيْرًا یہ دونوں سورۃ الدھر: ۴، ۱۵ میں اور لفظ اَنَا جہاں کہیں
 آئے تمام قرآن میں، ان تمام لفظوں میں بحالت وصل الف نہیں پڑھا جاتا، اور
 حالت وقف میں الف پڑھا جاتا ہے۔ مگر خاص لفظ سَلْسِلَاْ کو حالت وقف میں
 بدون الف پڑھنا بھی مروی ہے یعنی سَلَا سِلَّ۔

قاعدہ ۲: جس کلمہ پر وقف کیا ہے اگر وہ ساکن ہے تب تو اس میں کوئی بات بتلانے کی نہیں اور اگر
 وہ متحرک ہے تو اس پر وقف کرنے کے تین طریقے ہیں: ایک تو یہی جو سب جانتے ہیں
 کہ اس کو ساکن کر دیا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس پر جو حرکت ہے اس کو بہت
 خفیف سا ظاہر کیا جائے، اس کو ”رَوْم“ کہا جاتا ہے۔ اور انداز اس حرکت کا تہائی حصہ
 ہے، اور یہ زبر میں نہیں ہوتا، صرف زیر اور پیش میں ہوتا ہے، جیسے: بِسْمِ اللّٰهِ کے ختم پر
 میم پر سے بہت ذرا سا زیر پڑھ دیا جائے کہ جس کو بہت پاس والا سن سکے، یا نَسْتَعِيْنُ
 کے نون پر ایسا ہی ذرا سا پیش پڑھ دیا جائے اور رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے نون پر چونکہ
 زبر ہے، یہاں ایسا نہ کریں گے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اس حرکت کا اشارہ صرف
 ہونٹوں سے کر دیا جائے، یعنی پڑھا بالکل نہ جائے بلکہ اس حرکت کے ظاہر پڑھنے کے

۱۔ یعنی متحرک بحرکت اصلیہ کیونکہ جہاں بحرکت عارضی ہوا اس کا یہ حکم نہیں ہے جیسا کہ قاعدہ ۵ میں آئے گا۔ (محمد یامین)

وقف کرنے یعنی کسی کلمہ پر ٹھہرنے کے قواعد میں

وقت ہونٹ جس طرح بن جاتے ہیں اسی طرح ہونٹوں کو بنایا جائے اور اس حرف کو بالکل ساکن ہی پڑھا جائے، یہ ”اشام“ کہلاتا ہے اور اس کو پاس والا بھی نہیں سن سکتا، کیونکہ اس میں حرکت زبان سے تو ادا ہوئی نہیں، البتہ آنکھوں والا پڑھنے والے کے ہونٹ دیکھ کر پہچان سکتا ہے کہ اس نے اشام کیا ہے۔ اور اشام صرف پیش میں ہوتا ہے، اور زبر زبر میں نہیں ہوتا۔ مثلاً نَسْتَعِينُ کے نون پر پیش ہے، اس پیش کو پڑھا تو بالکل نہیں، نون کو بالکل ساکن پڑھا، مگر ہونٹوں کو نون ادا کرنے کے وقت ایسا بنا دیا جیسا پیش پڑھنے کے وقت بن جاتے ہیں یعنی ذرا چونچ سی بنا دی۔

قاعدہ ۳: جس کلمہ کے آخر میں تنوین ہو وہاں بھی روم جائز ہے، مگر حرکت ظاہر کرنے کے وقت

تنوین کا کوئی حصہ ظاہر نہ کیا جائے گا۔ (تعلیم الوقف: قاری عبداللہ صاحب مکتبہ المدینہ)

قاعدہ ۴: تاء جو کہ ”ہ“ کی شکل میں گول لکھی جاتی ہے، مگر اس پر نقطے بھی دیے جاتے ہیں اگر

ایسی تاء پر وقف ہو، تو وہاں دو باتوں کا خیال رکھو: ایک تو یہ کہ اس کو ”ہ“ کے طور پر

پڑھو، دوسرے یہ کہ وہاں روم اور اشام مت کرو۔ (تعلیم الوقف)

قاعدہ ۵: روم اور اشام حرکت عارضی پر نہیں ہوتا ہے، جیسے: وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْتُمْ فِي كَيْفِ الْمُنَادِي

وَلَقَدْ پر وقف کرنے لگے تو دال کو ساکن پڑھنا چاہیے اس کے زیر میں روم نہ کریں،

کیونکہ عارضی ہے (تعلیم الوقف) اور اس کو بھی عربی دان ہی جان سکتے ہیں۔ تم کو جہاں

جہاں شبہ ہو کسی عالم سے پوچھ لو۔

قاعدہ ۶: جس کلمہ پر وقف کرو اگر اس کے اخیر حرف پر تشدید ہو تو روم اور اشام میں تشدید بدستور

باقی رہے گی۔ (تعلیم الوقف)

قاعدہ ۷: جس کلمہ پر وقف کیا جائے اگر اس کے اخیر حرف پر زبر کی تنوین ہو، تو حالت وقف میں

اس تنوین کو الف سے بدل دیں گے، جیسے کسی نے فَاِنَّ كُنَّ نِسَاءً پر وقف کیا تو اس

فائدہ ۴: قرآن میں ایک جگہ امالہ ہے یعنی سورۃ ہود میں جو بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِبَهَا ہے اس کا بیان لمعہ (۸) قاعدہ (۴) میں دیکھ لو۔

فائدہ ۵: سورۃ طہ سجدہ میں ایک تسہیل ہے ءَاَعْجَمِيّ، اس کا بیان بارہویں لمعہ کے قاعدہ (۱) میں گزرا ہے، دیکھ لو۔

فائدہ ۶: سورۃ حجرات میں بِسْمِ اللّٰهِ فِي الْاِسْمِ فِي الْاِسْمِ کا ہمزہ نہیں پڑھا جاتا، بلکہ اس کے لام کو اس کے سین سے ملا دیتے ہیں اس کا بیان بھی بارہویں لمعہ کے قاعدہ (۲) میں گزرا ہے۔

فائدہ ۷: لَيْنٌ بَسَطَتْ اور اَحَطَّتْ اور مَا فَرَطْتُمْ اور مَا فَرَطْتُ میں ادغام ناتمام ہوتا ہے، یعنی طاء کو تاء کے ساتھ ملا کر مشدّد کر کے اس طرح پڑھا جائے کہ طاء اپنی صفت استعلاء واطباق کے ساتھ بدون قلقلہ کے پُر ادا ہو اور تاء باریک ادا ہو، اور اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ میں بہتر یہی ہے کہ پورا ادغام کیا جائے، یعنی قاف بالکل نہ پڑھا جائے، بلکہ قاف کا کاف سے بدل کر اور دونوں کو ملا کر مشدّد کر کے پڑھا جائے۔

فائدہ ۸: نَ وَالْقَلَمِ اور يَسْ O وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ میں نون اور سین کے بعد جو واؤ ہے، يَرْمَلُونَ کے قاعدہ کے موافق جس کا ذکر دسویں لمعہ کے قاعدہ (۳) میں آچکا ہے، اس واؤ میں ادغام ہونا چاہیے، مگر ادغام نہیں کیا جاتا۔

فائدہ ۹: سورۃ یوسف کے دوسرے رکوع میں ہے لَا تَأْمَنَّا، اس میں نون پر اشام کیا کرو۔

۱۔ سورۃ المائدہ: ۲۸ ۲۔ سورۃ النمل: ۲۲ ۳۔ سورۃ یوسف: ۸۰

۴۔ سورۃ الزمر: ۵۶ ۵۔ سورۃ المرسلات: ۲۰

۶۔ وَيَجُوزُ النَّاقِصُ أَيضًا وَهُوَ أَنْ يَبْقَى بَعْضُ صِفَاتِ الْمُدْغَمِ. ۷۔ عِنْدَ حَفْصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

۸۔ اِخْتِيَارُهُ؛ لِأَنَّهُ سَهْلٌ عَلَى الْأَطْفَالِ، وَيَجُوزُ الرُّومُ أَيضًا؛ لِأَنَّمَا وَلَا يَجُوزُ الْأَدْغَامُ الْمَحْضُ.

كَمَا لَا يَجُوزُ الْإِظْهَارُ الْمَحْضُ. (محمد یامین)

فائدہ ۱۰: قرآن مجید میں کہیں کہیں ”سکتہ“ لکھا ہوا پاؤ گے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں ذرا ٹھہر جاؤ مگر سانس مت توڑو اور باقی سب قاعدے اس میں وقف کے جاری ہوں گے۔ مثلاً سورہ قیامہ میں ہے مَنْ سَكْتًا رَاقٍ ۝ تَوَيَّرَ مَلُونٌ کے موافق مَنْ کے نون کا ”ر“ میں ادغام ہو جاتا ہے مگر ادغام نہیں ہوا، کیونکہ جب سکتہ کو بجائے وقف کے سمجھا تو گویا نون اور راء میں اتصال نہیں رہا اس لیے ادغام نہیں ہوا۔ اسی طرح سورہ کہف میں ہے عِوَجًا ۝ فَيَمَّا ۝ تَوَاكُرًا عِوَجًا پر وقف نہ کریں اور مابعد سے ملا کر پڑھیں تو اخفاء نہیں ہوگا، بلکہ زبر کی تنوین کو الف سے بدل کر سکتہ کیا جائے گا۔ اور تمام قرآن شریف میں حفص کی روایت میں کل سکتے چار ہیں: ایک سورہ قیامہ میں، دوسرا سورہ کہف میں جو کہ مذکور ہوئے، تیسرا سورہ لیس میں مِنْ مَّرْقَدِنَا سَكْتًا کے الف پر جب کہ مابعد سے ملا کر پڑھا جائے، چوتھا سورہ مطلقین میں كَلَّا بَلْ سَكْتًا کے لام ساکن پر، بس ان کے علاوہ قرآن میں کہیں سکتہ نہیں۔

فائدہ ۱۱: قرآن میں جہاں پیش آئے اس کو واؤ معروف کی سی بُودے کر پڑھو، اور جہاں زیر آئے اس کو یائے معروف کی سی بُودے کر پڑھو۔ ہمارے ملک میں پیش کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو واؤ مجہول پیدا ہوتی ہے، اور زیر کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دو تو یائے مجہول پیدا ہوتی ہے۔ تو یہ بات عربی زبان کے خلاف ہے، ایسا مت کرو، بلکہ پیش کو ایسا پڑھو کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو واؤ معروف پیدا ہو اور زیر کو ایسا پڑھو کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو یائے معروف پیدا ہو، اور زیر اور پیش کے اس طرح ادا ہونے کو ماہر استاذ سے سن لو، لکھا ہوا دیکھنے سے سمجھ میں شاید نہ آیا ہو۔

فائدہ ۱۲: جب واؤ مشدّد یا یاءِ مشدّد پر وقف ہو تو ذرا سختی سے تشدید کو بڑھانا چاہیے تاکہ تشدید باقی رہے، جیسے: عَدُوٌّ ط اور عَلَى النَّبِيِّ ط

فائدہ ۱۳: سورہ یوسف میں ہے لَيْكُونَا مِنَ الصَّاعِرِينَ. اور سورہ اقرآ میں ہے لَنْسَفَعَا بِالنَّاصِيَةِ۔ اگر لَيْكُونَا اور لَنْسَفَعَا پر وقف کرو تو الف سے پڑھو، یعنی تنوین مت پڑھو۔

فائدہ ۱۴: چار لفظ قرآن مجید میں ہیں کہ لکھے تو جاتے ہیں صاد سے اور اس صاد پر چھوٹا سا ”س“ بھی لکھ دیتے ہیں، اس کا قاعدہ سمجھ لو ایک تو سورہ بقرہ (۲۳۵) میں يَقْبِضُ وَيَبْضُ۔ دوسرا سورہ اعراف (۶۹) میں فِي الْخَلْقِ بَضْطَةً۔ ان دونوں جگہ میں ”س“ پڑھو۔ تیسرا سورہ طور (۳۷) میں اَمْ هُمُ الْمُضْطَرُونَ، اس میں چاہے ”س“ پڑھو، چاہے صاد پڑھو۔ چوتھا سورہ غاشیہ (۲۲) میں بِمُضْطِرٍّ، اس میں صاد پڑھو۔

فائدہ ۱۵: کئی مواقع قرآن مجید میں ایسے ہیں کہ لکھا ہوا تو ہے لا اور پڑھا جاتا ہے ل، پڑھتے وقت اُنکا بہت خیال رکھو۔ ایک سورہ آل عمران (۱۵۸) میں لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ تُحْشَرُونَ، دوسرا سورہ توبہ (۴۷) میں وَلَا اَوْضَعُوا، تیسرا سورہ نمل (۲۱) میں اَوَّلًا اَذْبَحْنَهُ، چوتھا سورہ الصلوات (۶۸) میں لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ حَشْر (۱۳) میں لَا اَنْتُمْ اَشْدُّ۔ اسی طرح سورہ آل عمران پندرہویں رکوع میں لکھا ہوا ہے اَفَا نُنٰ، اور پڑھا جاتا ہے اَفِئْنَ۔ اور چند مقامات میں لکھا ہوا ہے مَلَايِهَ، اور پڑھا جاتا ہے مَلَيْهَ۔ اور سورہ کہف کے چوتھے رکوع میں لکھا ہے لِسَايِءٍ اور پڑھا جاتا ہے لِسَيْءٍ، اور بعض جگہ لکھا ہوا ہے نَبَايِ اور پڑھا جاتا ہے نَبْيِ۔

تنبیہ: مذکورہ قاعدے اکثر تو وہ ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں اور جن میں اختلاف

لَا اِنْ كَانَ خِلَافَ الْقِيَاسِ لِانْهَانُونَ خَفِيْفَةً لَكِنَّ الْوُقْفَ يَكُوْنُ تَابِعًا لِلرَّسْمِ. وَهَذِهِ الْقَاعِدَةُ اَكْثَرِيَّةٌ لَا كَلْبِيَّةٌ: فَاِنْ ثُمُوْدًا بِالْاَلْفِ اِذَا وَقَفَ عَلَيْهِ لَا يَكُوْنُ وَقْفُهُ تَابِعًا لِلرَّسْمِ. (قاری محمد یامین)

ہے ان میں سے میں نے امام حفص بن سلیمان الأسدی الکوفی رضی اللہ عنہ کے قواعد لکھے ہیں، جن کی روایت کے موافق ہم لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں، اور انہوں نے قرآن مجید حاصل کیا ہے امام عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعی سے، اور انہوں نے زبیر بن جُبَیْش^۱ اُسدی رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن حبیب سلمیٰ رضی اللہ عنہ سے، اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اور ان سب حضرات نے جناب رسول مقبول ﷺ سے۔

خاتمہ: چاند کا پورا المعہ بھی چودھویں رات کو ہوتا ہے اور یہاں بھی چودھویں المعہ کے ختم پر سب مضامین پورے ہو گئے، اس لیے یہاں پہنچ کر رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور مقبول فرمائے! طالب علموں سے خصوصاً بچوں سے خصوصاً قدوسیوں سے رضائے مولیٰ کی دعا کا طالب ہوں۔

(حضرت مولانا) اشرف علی عفی عنہ

۵/صفر ۱۳۳۲ھ

^۱ زبیر بالکسر وشدتِ راء، وحبیش بالضم وفتح ثانی و سکونِ ثالث مصغر، کما فی المغنی والتقریب. (زینت الفرقان)

مكتبة البشائر

المطبوعة

ملونة كرتون مقوي

السراجي	شرح عقود رسم المفتي
الفوز الكبير	متن العقيدة الطحاوية
تلخيص المفتاح	المرقاة
دروس البلاغة	زاد الطالبين
الكافية	عوامل النحو
تعليم المتعلم	هداية النحو
مبادئ الأصول	إيساغوجي
مبادئ الفلسفة	شرح مائة عامل
هداية الحكمة	المعلقات السبع

هداية النحو (مع الخلاصة والتمارين)

متن الكافي مع مختصر الشافي

ستطبع قريباً بعون الله تعالى

ملونة مجلدة / كرتون مقوي

الجامع للترمذي	الصحيح للبخاري
التسهيل الضروري	شرح الجامي

ملونة مجلدة

(٧ مجلدات)	الصحيح لمسلم
(مجلدين)	الموطأ للإمام محمد
(٣ مجلدات)	الموطأ للإمام مالك
(٨ مجلدات)	الهداية
(٤ مجلدات)	مشكاة المصابيح
(٣ مجلدات)	تفسير الجلالين
(مجلدين)	مختصر المعاني
(مجلدين)	نور الأنوار
(٣ مجلدات)	كنز الدقائق
تفسير البيضاوي	التبيان في علوم القرآن
الحسامي	المسند للإمام الأعظم
شرح العقائد	الهدية السعيدية
القطبي	أصول الشاشي
نفحة العرب	تيسير مصطلح الحديث
مختصر القدوري	شرح التهذيب
نور الإيضاح	تعريب علم الصيغة
ديوان الحماسة	البلاغة الواضحة
المقامات الحريية	ديوان المتنبي
آثار السنن	النحو الواضح (الإبتدائية، الثانوية)
شرح نخبة الفكر	رياض الصالحين (مجلدة غير ملونة)

Books in English

Tafsir-e-Uthmani (Vol. 1, 2, 3)
 Lisaan-ul-Quran (Vol. 1, 2, 3)
 Key Lisaan-ul-Quran (Vol. 1, 2, 3)
 Al-Hizb-ul-Azam (Large) (H. Binding)
 Al-Hizb-ul-Azam (Small) (Card Cover)
 Secret of Salah

Other Languages

Riyad Us Saliheen (Spanish) (H. Binding)
 Fazail-e-Aamal (German)

To be published Shortly Insha Allah

Al-Hizb-ul-Azam (French) (Coloured)

مکتبہ الدینی

طبع شدہ

کریما	فصول اکبری
پند نامہ	میزان و منشعب
پنج سورۃ	نماز مدلل
سورۃ لیس	نورانی قاعدہ (چھوٹا/ بڑا)
عم پارہ درسی	بغدادی قاعدہ (چھوٹا/ بڑا)
آسان نماز	رحمانی قاعدہ (چھوٹا/ بڑا)
نماز خفی	تیسیر المبتدی
مسنون دعائیں	منزل
خلفائے راشدین	الانتہابات المفیدۃ
امت مسلمہ کی مائیں	سیرت سید الکوین <small>رضی اللہ عنہ</small>
فضائل امت محمدیہ	رسول اللہ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کی نصیحتیں
علیکم بستی	حیلہ اور بہانے
	اکرام المسلمین مع حقوق العباد کی فکر کیجیے

کارڈ کور / مجلد

فضائل اعمال	اکرام مسلم
منتخب احادیث	مفتاح لسان القرآن (اول، دوم، سوم)

زیر طبع

فضائل درود شریف	علامات قیامت
فضائل صدقات	حیاء الصحابہ
آئینہ نماز	جواہر الحدیث
فضائل علم	بہشتی زیور (مکمل، مدلل)
القی الخاتم <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>	تبلیغ دین
بیان القرآن (مکمل)	اسلامی سیاست مع مکملہ
مکمل قرآن حافلی ۱۵ سطری	کلید جدید عربی کا معلم (حصہ اول تا چہارم)

رنگین مجلد

معلم الحجاج	تفسیر عثمانی (۲ جلد)
فضائل حج	خطبات الاحکام لجمعات العام
تعلیم الاسلام (مکمل)	الحزب الاعظم (مینی کی ترتیب پر مکمل)
حصن حصین	الحزب الاعظم (نصف کی ترتیب پر مکمل)
	لسان القرآن (اول، دوم، سوم)
	خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی
	بہشتی زیور (تین حصے)

رنگین کارڈ کور

آداب المعاشرت	حیاء المسلمین
زاد السعید	تعلیم الدین
جزاء الاعمال	خیر الاصول فی حدیث الرسول
روضۃ الادب	الحجامة (پچھتاگانا) (جدید ایڈیشن)
آسان اصول فقہ	الحزب الاعظم (مینی کی ترتیب پر) (جیبی)
معین الفلسفہ	الحزب الاعظم (نصف کی ترتیب پر) (جیبی)
معین الاصول	عربی زبان کا آسان قاعدہ
تیسیر المنطق	فارسی زبان کا آسان قاعدہ
تاریخ اسلام	علم الصرف (اولین، آخرین)
بہشتی گوہر	تسہیل المبتدی
فوائد مکبہ	جوامع الکلم مع چہل ادعیہ مسنونہ
علم النحو	عربی کا معلم (اول، دوم، سوم، چہارم)
جمال القرآن	عربی صفوۃ المصادر
نحو میر	صرف میر
تعلیم العقائد	تیسیر الابواب
سیر الصحابیات	نام حق